سرسید

# اردو ورک بک

مسز فاخرہ بلگرامی

سرسید اکیڈمی

۲۱-بی، اردو بازار- بندر روڈ- کراچی ۱

جدید نصاب تعلیم کے عین مطابق

# اردو ورک بک

۱۰ دسویں جماعت کیلئے

دسویں جماعت

(مس واحدہ بلگرامی)

بی اے، بی ایڈ



سر سید اکیڈمی ○ اردو بازار، کراچی

قیمت: ۴ روپے ۵۰ پیسے | پوسٹ باکس نمبر ۵۰۵ | جاوید پریس کراچی

فون: ۷۷۹۹۴

ورک بک شامل نصاب مضامین کے اعادہ کا ایک بہترین فنی ذریعہ ہے۔ اساتذہ صاحبان طلبہ سے اتنے اعلیٰ پیمانہ پر اعادہ نہیں کرا سکتے جتنا ایک ورک بک کے ذریعہ ممکن اور آسان ہے اسکی یہ وجہ نہیں ہے کہ اساتذہ میں معیاری سود مند اور صحت بخش اعادہ کرانے کی صلاحیت یا لیاقت نہیں پائی جاتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نوع کی دشواریاں ان کی پیشہ ورانہ مصروفیات کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ طلبہ میں لیاقت اور مشق بہم پہنچانے اور اساتذہ صاحبان کے کار مفوضہ میں امداد اور تعاون کو پیش نظر رکھتے ہوئے ورک بک مرتب کی جاتی ہیں۔ زیر نظر ورک بک بھی اسی مقصد کے بہ تحت مرتب کی گئی ہے، اس میں وہ چیزیں بھی موجود ہیں جو شریک درس کتابوں میں یا تو سرے سے موجود ہی نہیں ہیں اور اگر موجود بھی ہیں تو اشارۃً۔ ہم نے انہیں وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ زیر نظر ورک بک میں مصنفین اور شعراء کے سوانح حیات اور ان کے کام پر اعلیٰ پایہ کا تبصرہ، صنفِ شاعری، جدید شاعری اور شاعری کے مختلف اصناف خاص طور پر مسدس اور نظم اور فنِ فسانہ نگاری اور صنفِ افسانہ پر معیاری اور معلوماتی مقالے وغیرہ بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔

اس ورک بک کے ذریعہ مضامین کا اعادہ کرانے کا یہ مطلب ہے کہ امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کی جائے۔ سوالات اتنے مختلف طریقوں سے کئے گئے ہیں کہ طلبہ کو ان کے جوابات کے لئے اپنے ذہن، دماغ اور حافظہ پر خاص طور پر زور دیئے بغیر جوابات لکھنا ناممکن ہوگا طرح جدید طریقۂ امتحان (آبجیکٹیو میتھڈ) کے اصول پر بھی سوالات دیئے گئے ہیں۔

آخر میں اساتذہ صاحبان سے ہم یہ درخواست کریں گے کہ طلبہ سے اعادہ اور مشق کرانے سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود بھی ایک بار اس ورک بک کا غائر نظر سے مطالعہ فرمالیں، اس کے بعد طلبہ سے کام کرائیں۔ کیوں کہ اس طرح اساتذہ صاحبان اس ورک بک کو اپنے طلبہ کے لئے اور زیادہ مفید بنا سکیں گے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری ورک بک اساتذہ اور طلبہ دونوں ہی کے حق میں مفید، معاون اور کار آمد ثابت ہوگی اور یہی اس کی کامیابی کی دلیل اور ہماری محنت، جدت اور جذبۂ خدمت کی حقیقی قیمت ہوگی۔

ہماری خدا سے دعا ہے کہ وہ مصنف کی محنت اور ہماری پیشکش کی مساعی کو کامیاب اور قبول فرمائے آمین۔

# فہرست

پریم چند اور سلطان حیدر جوش دوسری قسم میں طبعزاد افسانوں کے علاوہ دوسری زبانوں کے معیاری افسانوی ادب کا ترجمہ کا کام بھی بہت ہوا۔ یلدرم کو ترکی سے عشق تھا، چنانچہ انہوں نے نہ صرف ترکی افسانوں کو اردو میں منتقل ہی کیا بلکہ بعض افسانوں کے پلاٹ اور تخیل کو اس طرح اردو میں ادا کیا کہ خالص مقامی چیز بن کر رہ گئی اور ان پر اس کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ افسانہ مذکور کا بنیادی خیال اور تصور کسی دوسری زبان کے کسی افسانے سے لیا گیا ہے۔

اردو افسانوں نے اس درجہ مقبولیت حاصل کی کہ افق ادب پر نئے نئے افسانہ نگار اور ناول نگار ابھرنے لگے، ان کی نگارشات اور اسلوب میں تنوع تھا کسی کے سامنے عورتوں کے مسائل تھے اور وہ ان کے حالات، ماحول، کردار اور نفسیات کی عکاسی اور اصلاح ہی کو اپنا ادبی مقصد سمجھنے لگا، ان میں راشد الخیری سب سے نمایاں ہیں۔ انہوں نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں ان کی ایسی پُردرد تصویریں کھینچی ہیں کہ پڑھ کر دل بھر آتا ہے۔

خواجہ حسن نظامی نے غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ ان کے خاص طرز نگارش، پُرلطف انداز بیان اور سادہ و شستہ زبان نے ان کے افسانوں کو بہت دلچسپ اور معیاری چیز بنا دیا ہے۔

مرزا عظیم بیگ چغتائی اور مرزا فرحت اللہ بیگ، دونوں مزاح نگار تھے۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی نے بہت تھوڑی مدت میں بہت کچھ لکھدیا، وہ بہت بڑے مزاح نگار تھے، واقعات سے مزاح پیدا کر دینے میں انہیں کمال حاصل تھا۔ مرزا فرحت اللہ بیگ اپنے کرداروں سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ یہ اردو کے بہت ہی لائق ادیب تھے، سنجیدہ اور مزاحیہ دونوں ہی قسم کی نثر لکھنے میں مہارت رکھتے تھے منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش اور نیاز فتحپوری کے بعد جن لوگوں نے افسانہ نگاری میں شہرت اور مقام حاصل کیا انہیں مجنوں گورکھپوری۔ سدرشن۔ علی عباس حسینی۔ اعظم کریوی پطرس بخاری۔ کرشن چندر۔ راجندر سنگھ بیدی۔ عصمت چغتائی۔ حجاب امتیاز علی۔ خواجہ احمد عباس خاص شہرت رکھتے ہیں۔

جس طرح شاعری میں مثنوی ایک ایسی صنف ہے جس پر شاعر کا اسپ خیال آزادانہ فراٹے بھر سکتا ہے اسی طرح نثر میں افسانہ ایک ایسی ادبی صنف ہے جس میں ادب کی ساری اصناف سما سکتی ہیں۔ تاریخ، سماجیات سیاسیات، نفسیات، تہذیب و تمدن، طنز و استہزا اور تمسخر و مزاح غرضکہ ہر موضوع کو افسانہ میں ادا کیا جا سکتا ہے اور ایک بہترین افسانہ نگار وہی ہے جس کا مشاہدہ تیز، مطالعہ وسیع، صائب الرائے،

زبردست قوت متخیلہ، زبان پر دسترس اور قلم کا مردِ میدان ہو، اور وہ جو کچھ لکھے، لکھنے کے دوران اس بات کا خیال رکھے کہ اسے کسی نے کسی معاملہ میں حکم نہیں بنایا ہے بلکہ اس کا کام کیمرے جیسا ہے، وہ جس چیز کو جس طرح دیکھ رہا ہے اس کو اسی طرح کاغذ پر منتقل کر دے، اگر اصل شے میں داغ دھبے موجود ہیں تو ایک حقیقی افسانہ نگار کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ ان داغ دھبوں کی مذمت شروع کر دے اور تصویر کو اس طرح تیار کرے کہ تصویر دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہونے لگے کہ مصوّر اس تصویر کے داغ دھبوں کو ذاتی طور پر پسند نہیں کرتا اور تصویر کے نقوش یہ بتلاتے ہیں کہ مصوّر چاہتا ہے کہ تصویر کے اس نقص کو دوسرے بھی ناپسند کریں۔ بلکہ افسانہ نگار کے فن کا بس اتنا سا تقاضہ ہے کہ وہ ہر شے کی تصویر نہایت منصفانہ اور مخلصانہ انداز میں ہو بہو پیش کر دے، اس میں کیا خوبیاں ہیں اور کیا برائیاں، قاری حضرات خود ہی اس کا فیصلہ کریں گے اس معیار پر مرزا رسوا کا مشہور زمانہ ناول امراؤجان ادا پورا اُترتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اردو ناقدین کے خیال میں اردو میں آج تک اس سے بہتر دوسرا کوئی ناول نہیں لکھا گیا۔

اردو افسانہ نگاری کا مستقبل روشن ہے اور امید ہے کہ اس کو اردو میں ابھی بہت کچھ آگے بڑھنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب افسانہ نگار، افسانہ نگاری کے فن اور اس کے تقاضوں سے واقف ہو جائیں گے۔ فی زمانہ عوام کا رجحان افسانوی ادب کی طرف سے لاپروا ہی اختیار کرنے لگا ہے اور لوگ ناول پڑھنا زیادہ پسند کرنے لگے ہیں۔

○

# بصرے کی شہزادی

میر امّن

میر امّن کا اصلی نام میر امان تھا، امّن تخلص کرتے تھے۔ ان کے سن پیدائش اور وفات کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ خاص دہلی کے باشندے تھے۔ ان کے بزرگ خاندان مغلیہ کے دوسرے فرمانروا شہنشاہ ہمایوں کے عہد میں ہندوستان آئے اور بادشاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے۔ اور یہ وابستگی مغلیہ سلطنت کے آخری ایام تک قائم رہی۔ انہیں اپنی خدمات کے صلے میں منصب اور جاگیریں عطا ہوئیں، پھر جب مغل سلطنت کو زوال ہوا تو دلّی کے گرد و نواح میں جاٹوں کا عمل دخل بہت بڑھ گیا۔ احمد شاہ ابدالی اپنی فوج کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا، اور اس کی تاخت و تاراج نے دوسرے بہت سے شہریوں کی طرح میر امّن کی جاگیر اور املاک کو بھی سخت نقصان پہنچایا۔ بعد میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ بھرت پور کے سورج مل جاٹ نے چھوٹے چھوٹے امراء کی جاگیریں ضبط کر لیں اور دلّی پر کچھ ایسی تباہی آئی کہ اچھے اچھے گھرانے تباہ و برباد ہو گئے۔ لوگ دِلّی چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس ہنگامۂ دار و گیر میں میر امّن کا خاندانی منصب اور اعزاز بھی چھن گیا، لیکن ان سے دلّی نہ چھٹ سکی۔ لیکن یہ کب تک؟ بالآخر میر امّن نے عسرت اور پریشانی کے عالم میں با حسرت و یاس دلّی کو چھوڑ دیا اور ہندوستان کے مشرقی حصّے کی طرف چل پڑے۔ کچھ دنوں صوبۂ بہار کے شہر عظیم آباد (پٹنہ) میں قیام کیا۔ پھر یہاں سے کلکتہ روانہ ہو گئے۔ کلکتہ میں نواب دلاور جنگ نے اپنے پاس بلوا کر اپنے چھوٹے بھائی میر محمد کاظم خاں کا اتالیق مقرر کر دیا۔ یہ ملازمت دو سال تک رہی مگر نباہ نہ ہو سکا۔

انہی دنوں اٹھارہویں صدی کے آخر میں کلکتہ کے مشہور قلعہ فورٹ ولیم میں انگریزی حکومت نے ایک کالج اس غرض سے قائم کیا کہ جو انگریز،

سرکاری عہدوں پر ہندوستان آتے تھے انہیں ہندوستانی زبان کی تعلیم دلائی جائے۔ ۱۸۰۰ء میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہند نے ڈاکٹر گل کرائسٹ کو اس کالج کا پرنسپل مقرر کیا۔ ڈاکٹر گل کرائسٹ نے کالج مذکور کے لئے لائق اور باکمال ادیبوں اور منشیوں کو ملازم رکھنا شروع کر دیا۔ میر امّن کے دوست منشی میر بہادر علی حسینی اس کالج کے میر منشی تھے۔ میر امّن بھی ان کے وسیلے سے ڈاکٹر گل کرائسٹ تک پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں ملازم رکھ لیا۔ میر امّن کی یہ ملازمت مستقل تھی۔ یہاں انہوں نے اطمینان کی سانس لی۔ میر امّن بیوی بچّوں کو عظیم آباد میں چھوڑ آئے تھے۔ مستقل ملازمت کے ملتے ہی بیوی بچوں کو کلکتہ بلا لیا۔

غالباً یہ ۱۸۰۱ء میں فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہوتے تھے، اور ۱۸۰۲ء میں باغ و بہار پایۂ تکمیل کو پہنچی، اس کتاب نے بے انتہا مقبولیت اور شہرت حاصل کی۔ اس کا پہلا ایڈیشن کلکتہ سے ۱۸۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ایل، ایف اسمتھ نامی ایک انگریز نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے ۱۸۴۲ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔ اس کے بعد اس کے انگریزی ترجمے مدراس، کلکتہ، لکھنؤ اور لندن سے شائع ہوتے رہے۔ ڈنکن فاربس نے ۱۸۵۷ء میں اس کا خلاصہ انگریزی میں طبع کرایا۔ مشہور فرانسیسی محقق گارساں دتاسی نے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کر کے ۱۸۸۴ء میں پیرس سے ایک ایڈیشن شائع کیا۔ غلام محمد خاں جنیز نے "خریطہ سرور" کے نام سے اس کو نظم میں منتقل کیا۔ غرضکہ یہ کتاب اتنی مرتبہ مختلف زبانوں میں چھپتی رہی ہے کہ اس کی تفصیلات کا ذکر کئی صفحوں میں آئے گا۔

باغ و بہار کی مقبولیت اور شہرت کا راز اس کی زبان، طرز بیان اور اس کے سادے اور پُراثر اسلوب میں پنہاں ہے۔ میر امّن

خاص دہلی کے باشندے تھے۔ اس کتاب کو انہوں نے اسی ٹکسالی زبان میں لکھا ہے۔ اس کتاب کے سنِ تصنیف کو تقریباً ایک سو چھیاسٹھ سال گزر چکے ہیں۔ مگر اس کی زبان آج کل کی زبان سے ملتی جلتی ہے زبان کے علاوہ اس کا طرزِ بیان بھی ایسا ہے کہ قصہ کو کہیں سے بھی پڑھنا شروع کیجیے کتاب رکھنے کو جی نہ چاہے گا۔ محاورے اور روزمرہ کے آگے قواعد کی بھی پرواہ نہیں کی گئی ہے۔

آپ کے سبق "بصرے کی شہزادی" میں میر امّن نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ دُنیاوی شان وشوکت اور دولت واقبال خدا کی عطاکردہ نعمتیں ہیں۔ قرآن پاک میں خدا نے "تعز من تشاء وتذل من تشاء" میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ خدا بے نوا کو غنی اور مفلس کو زردار اور حقیر کو صاحب توقیر کرتا ہے، میر امّن نے اسی حقیقت کو قصے کے طرز میں نہایت خوبصورتی سے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اس نکتہ کو ذہن میں رکھ کر اس سبق کو پڑھا جائے تو قصہ اور زیادہ پرلطف اور سبق آموز ہو جاتا ہے۔

میر امّن کی دوسری کتاب "گنج خوبی" ہے۔ یہ ملا حسین واعظ کاشفی کی شہرۂ آفاق کتاب "اخلاق محسنی" کا اردو ترجمہ ہے۔ گنج خوبی کو وہ مقبولیت اور شہرت حاصل نہیں ہوئی جو باغ و بہار کو حاصل ہوئی ہے۔

(۱) مندرجہ ذیل پیراگراف کو آسان لفظوں میں لکھئے اور ان الفاظ کو علیحدہ کیجئے جو آج کل متروکات میں شمار ہوتے ہیں :

جوں ہی ملکہ نے یہ خوش خبری سنی دل میں بہت شاد ہو کر عرضی لکھی کہ جہاں پناہ سلامت، حضور کے تشریف لانے کی خبر طرف غریب خانے کی سن کر نہایت خوشی حاصل ہوئی اور سبب حرمت اور عزت اس کمترین کا ہوا۔ زہے طالع اس مکان کے کہ جہاں قدم مبارک کا نشان پڑے اور وہاں کے رہنے والوں پر دامن دولت سایہ کرے۔ اور نظر توجہ سے وے دونوں سرفراز ہوویں۔ یہ لونڈی امیدوار ہے کہ کل روز پنج شنبہ روز مبارک ہے اور میرے نزدیک بہتر روز نوروز ہے۔ آپ کی ذات مشابہ آفتاب کے ہے۔ تشریف فرما کر اپنے نور سے بے مقدار کو قدر و منزلت بخشئے اور جو کچھ اس عاجزہ سے میسّر ہو سکے نوش جان فرمایئے۔ یہ عین غریب نوازی اور مسافر پروری ہے، زیادہ حدادب اور اس عمدہ کو بھی کچھ تواضع کر رخصت کیا۔

متروکات:

② مندرجہ ذیل عبارت میں غلطیاں موجود ہیں، انہیں درست کیجئے:

یہ سنتے ہی بادشاہ کی غیرت نے جوش مارا اٹھ کر غصہ بیں گلے لگالیا اور ہاتھ پکڑ کے اپنے تخت کے پاس کرسی بچھوا کر حکم بیٹھنے کا کیا۔ فرمایا کہ بادشاہ بیوی سے کہو کہ اپنی بیٹیوں کو اپنے ساتھ لیکر جلد آدیں"جب وے آئیں انہوں نے پہچانا اور گلے مل کر ہنسیں اور شکر کیا۔ ملکہ نے اپنی والدہ اور چھیٹوں ہمشیروں کے پیچھے اتنا کچھ نقد و جواہر رکھا کہ خزانہ تمام کائنات کا اس کا پاسنگ میں چڑھے۔ پھر بادشاہ نے سب کو ساتھ کھڑا کر کے خاصہ نوش جان فرمایا:

③ جو درست ہو خالی جگہ میں لکھ دیجئے:

ا: چھ لڑکیاں ــــ ہو کر بولیں کہ جہاں پناہ جو فرماتے ہیں بجا ہے۔
ایک رائے ۔ ایک زبان ۔ ہم خیال

ب: ملکہ کے دل پر عجیب حالت گزرتی تھی کہ ایک ــــ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔
وقت ۔ لمحہ ۔ دم ۔ منٹ

ج: بادشاہ ــــ تخت پر سوار ہو کر ملکہ کے مکان کی طرف تشریف لائے۔
کھلے ۔ منڈے ۔ سجے ہوئے

د: جب کچھ بن نہیں آتا تب ــــ ہی یاد آتا ہے۔
مقدر ۔ خدا ۔ گھر

④ اس سبق کا خلاصہ کم از کم ایک صفحہ میں لکھئے:

۵) مندرجہ ذیل کے معنی لکھئے:

اقلیم بادشاہ — چھوٹا منہ بڑی بات — خضر —
کچکول — ظلِ سبحانی — پنج شنبہ —
باہمی — سرگزشت — پاسنگ —

۶) اس سبق میں بہت سے ایسے الفاظ موجود ہیں جو آج کل نہیں بولے جاتے۔ انہیں متروکات کہتے ہیں۔ آپ ان متروکات کو اس سبق سے تلاش کر کے لکھئے اور ان کے سامنے ہی آج کل کے مروجہ الفاظ بھی لکھتے جائیے:

۷) آپ اردو کے پرچۂ دوم حصہ نظم کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل کے جوابات لکھئے:

۱۔ شعروں کے سامنے ان کے شاعروں کے نام لکھ دیجئے:

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو — بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا — بہہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

رات کے پچھلے پہر روتی ہیں جب چشمِ نجوم
الفتِ دیرینہ کی وادی میں اُڑ جاتا ہوں میں ________

ہر دم یہ اشارہ ہے دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا ________

(۲) میر انیس کا نام کیا تھا؟ اور کس قسم کی شاعری میں خاص نام پیدا کیا ہے؟

________

(۳) مندرجہ ذیل اشعار کی خالی جگہوں میں سامنے کے لفظوں میں سے صحیح لفظ چُن کر لکھ دیجئے:

| | | |
|---|---|---|
| ا۔ | امتیں اور بھی ہیں ان میں ____ بھی ہیں | خطاکار ۔ گنہگار ۔ زیاں کار |
| | عجز والے بھی ہیں مستِ مئے ____ بھی ہیں | گفتار ۔ کردار ۔ پندار |
| ب: | ہوا گو کہ پامال بستاں ____ کا | ادب ۔ عرب ۔ غضب |
| | مگر اک جہاں ہے غزل خواں ____ کا | نسب ۔ عرب ۔ غضب |
| ج: | یہ وہی ____ ہے کہ حقیقت میں یہی | شاہجہاں ۔ نورجہاں ۔ کارجہاں |
| | تھی جہانگیر کے پردے میں شہنشاہ | جہاں ۔ زماں ۔ زمن |

(۴) اپنی پسند کے تین شعر لکھئے اور بتلایئے کہ یہ آپ کو کیوں پسند ہیں؟

________

۱- ________

________

________

________

________

۲- ________

________

________

________

۳- ________

⑤ مُسدس کی تعریف کیجیے اور بتلائیے کہ لفظ "مسدس" کے ساتھ ہی ذہن کس شاعر کی کس مسدس کی طرف فوراً چلا جاتا ہے؟

⑥ جو صحیح ہو اس کے سامنے ✓ کا نشان لگا دیجیے:

۱۔ مسدس میں خیالات کی ترتیب نہیں ملتی

۲۔ مسدس دراصل مرثیے کی ایک قسم ہے

۳۔ مسدس میں خیالات کو سلسلہ وار بیان کیا جاتا ہے

⑦ مندرجہ ذیل کی جمع تحریر کیجیے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| نظم ______ | اقلیم ______ | فیض ______ | عنایت ______ |
| طبع ______ | معنی ______ | اسم ______ | جانب ______ |
| عدد ______ | منزل ______ | نور ______ | ثمر ______ |
| طائر ______ | وصف ______ | پسر ______ | حال ______ |
| یوم ______ | شجر ______ | حساب ______ | فلک ______ |
| قطرہ ______ | ذرہ ______ | خطرہ ______ | واقعہ ______ |

◯ مندرجہ ذیل کی واحد لکھیے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| سلاطین ______ | اقالیم ______ | غربا ______ | امرا ______ |
| احکام ______ | قبائل ______ | نشانات ______ | مصائب ______ |
| ابدان ______ | اطوار ______ | اسرار ______ | ابرار ______ |

⑨ جملوں میں استعمال کیجئے اور ان کے معنی بھی لکھئے :

۱۔ آسمان سر پر اٹھانا : معنی ________

استعمال : ________

۲۔ آسمان سے باتیں کرنا : معنی ________

استعمال : ________

۳۔ آسمان ہلا دینا : معنی ________

استعمال : ________

۴۔ آسمان پر تھوکنا : معنی ________

استعمال : ________

۵۔ آسمانی آفت : معنی ________

استعمال : ________

۶۔ آسمانی کتاب : معنی ________

استعمال : ________

۷۔ آسمانی مار : معنی ________

استعمال : ________

۸۔ آسمان پر چڑھانا : معنی ________

استعمال : ________

# قصہ حسن بانو کا

سید حیدر بخش حیدری

حیدر بخش نام اور حیدری تخلص تھا۔ سن تھا۔ آبا
و اجداد نجف اشرف سے ہندوستان آئے تھے اور مستقلاً دہلی میں بس گئے
تھے۔ لیکن حیدری کے والد نے گردش زمانہ سے تنگ آکر دہلی کو چھوڑ دیا
اور لالہ سکھدیو رائے کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ بنارس پہنچے۔ یہ حیدری
کے بچپن کا زمانہ تھا۔ بنارس میں معقول تعلیم کا انتظام بہت دشوار تھا لیکن
حیدری خوش نصیب انسان تھے کہ وہ نواب علی ابراہیم خاں خلیل کے سپرد
کر دیئے گئے۔ یہ لارڈ ہیسٹنگز کا عہد تھا اور نواب علی ابراہیم خاں خلیل لارڈ
ہسٹنگز کی طرف سے بنارس میں ناظم عدالت مقرر ہوتے تھے۔

حیدری نے نواب خلیل سے فارسی پڑھی اور اس زمانے کے دیگر علوم
متعارفہ اور مروجہ میں مہارت بہم پہنچائی۔ قاضی عبدالرشید نامی ایک عالم
سے بھی اکتساب فیض کیا اور جلد ہی عربی اور فارسی ادب پر انہیں عبور
حاصل ہو گیا۔ اس کے علاوہ مولوی غلام حسین غازی پوری سے حدیث
فقہ اور تفسیر وسیر کے علوم حاصل کئے۔ ان علوم کی تحصیل کے بعد اپنے استاد
نواب علی ابراہیم خاں خلیل کی عدالت میں کسی عہدے پر مامور ہو گئے۔

اٹھارویں صدی کے آخری ایام میں کلکتہ پہنچے۔ یہاں ایک کتاب
"قصہ مہر و ماہ" کے نام سے ترتیب دی اور فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل
ڈاکٹر گل کرائسٹ کی خدمت میں پیش کی۔ ڈاکٹر گل کرائسٹ نے اسے پسند
کیا۔ اور حیدری کو کالج کے مصنفین میں ملازم رکھ لیا۔ کچھ عرصہ تک
یہ کالج میں رہے اور تصنیف و تالیف کا کام انجام دیتے رہے۔ اس
کے بعد کالج کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی اور بنارس واپس

چلے گئے۔ کیوں کہ بنارس کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے اور یہیں ۱۸۲۳ء
میں انتقال فرما گئے۔

حیدری نظم و نثر کے لکھنے پر یکساں قدرت رکھتے تھے لیکن انہیں
شہرت اور مقبولیت صرف نثر سے حاصل ہوئی، اور وہ بھی خاص
طور پر آرائش محفل کی تصنیف سے۔ حیدری، میر امن کی طرح روزمرہ
اور محاوروں پر جان نہیں دیتے۔ ان کا میلان طبع صفائی اور شستگی
کی طرف ہے۔ ان کی تحریر میں عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت
پائے جاتے ہیں۔ ان کی طرز تحریر اس دور کے اعتبار سے میر امن کے مقابلہ
میں دوسرے نمبر پر ہے۔ ان کی کتاب آرائش محفل کے لاتعداد ایڈیشن
شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی کتاب کا زیر نظر سبق اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔

آرائش محفل کے علاوہ حیدر بخش حیدری نے مندرجہ ذیل
کتابیں بھی لکھی ہیں :۔

۱۔ قصہ مہر و ماہ : یہ ۱۲۱۴ھ / ۱۸۰۰ء میں لکھا گیا اور اس کی بدولت انہیں فورٹ ولیم کالج کی ملازمت ملی۔

۲۔ قصہ لیلیٰ و مجنوں : امیر خسرو کی فارسی مثنوی لیلیٰ مجنوں کا اردو ترجمہ ہے یہ بھی ۱۲۱۴ھ / ۱۸۰۰ء میں تکمیل کو پہنچی۔

۳۔ طوطا کہانی : یہ سنسکرت کی ایک پرانی اور مشہور کتاب 'شکا سب تتی' (طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں) کا اردو خلاصہ ہے۔ اس میں صرف ۵۲ قصے شامل کیے گئے ہیں یہ ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۱ء میں تیار ہوئی۔

۴۔ ہفت پیکر : حضرت نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی 'ہفت پیکر' کی تقلید میں لکھی گئی تھی یہ ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں مکمل ہوئی۔

۵۔ تاریخ نادری : نادر شاہ درانی کے ملازم محمد مہدی ابن محمد نصیر استر آبادی کی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ لیکن یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اس کا ترجمہ کا کام ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں تکمیل کو پہنچا۔

۶۔ گل مغفرت : ملا حسین واعظ کی کتاب روضۃ الشہداء کا اردو ترجمہ

ہے یہ ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ برٹ رائینڈ (BERT RIAND) نے اس کا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۴۵ء میں پیرس سے شائع کیا۔

۷۔ گلزار دانش: یہ شیخ عنایت اللہ کی فارسی کتاب "بہار دانش" کا اردو ترجمہ ہے۔

۸۔ گلدستۂ حیدری: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں:

۱۔ مجموعہ مراثی
۲۔ مجموعہ حکایات
۳۔ ملکہ مہر وماہ کا دیباچہ
۴۔ قصہ لیلیٰ مجنوں
۵۔ دیوان غزلیات

اسی دیوان میں قطعات اور متفرق نظمیں بھی شامل ہیں۔

۹۔ گلشن ہند: یہ اردو شعراء کا تذکرہ ہے۔ یہ ۱۲۱۴ھ / ۱۸۰۰ء میں تالیف کی گئی تھی۔

آرائش محفل (حاتم طائی) ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۲ء میں لکھی گئی تھی۔

سیّد حیدر بخش حیدری ان مصنفین میں شامل ہیں جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک اپنی تصانیف کے ذریعہ لوگوں کے دل اور دماغ پر قبضہ رکھا ہے۔

(۱) مندرجہ ذیل پیراگراف میں غلطیاں موجود ہیں، انہیں دور کیجئے اور ان کی جگہ درست الفاظ لکھئے:

چند روز کے بعد وہ لڑکی عقل مند ہوئی۔ تب اپنے دل کی رسائی اور بدبختی کے باعث دائی کو بلاکر کہنے لگی کہ "اے پدر مہربان! دنیا مثل آفتاب کے ہے۔ اس کا بیٹھنا کچھ بڑی بات نہیں۔ اس قدر دولتِ دنیا لے کرتن تنہا کیا کروں گی؟ مصلحتِ بد یہ ہے کہ اس کو خدا کی راہ میں لٹا دوں اور آپ کو آلائش دُنیوی سے پاک رکھوں بلکہ خدا فراموشی ہی میں مصروف رہوں۔ اس واسطے تم سے پوچھتی ہوں کہ اس سے کس صورت میں غلامی پالوں گی، جومناسب جانو کہو۔

(۲) خالی جگہ پر صحیح لفظ لکھئے:

۱۔ حیدر بخش حیدری ______ تخلص کرتے تھے۔
حیدر ۔ بخش ۔ حیدری

۲۔ اس قصہ کا دوسرا نام ______ ہے۔
آرائش محفل ۔ حاتم طائی ۔ فسانۂ دلربا

۳۔ فورٹ ولیم کالج ______ میں قائم ہوا تھا۔
لکھنؤ ۔ بمبئی ۔ کلکتہ

۴۔ حیدر بخش حیدری نے اس کتاب کے علاوہ ______ اور طوطا کہانی وغیرہ بھی لکھی ہیں۔
ہفت پیکر ۔ خرد افروز ۔ باغ و بہار

(۳) اس میں بھی بہت سے ایسے الفاظ آگئے ہیں جو آج کل نہیں بولے جاتے۔ آپ ان کی ایک فہرست تیار کیجئے:

متروکات ______

______

______

______

______

(۴) مندرجہ ذیل کا مفہوم خالی جگہ میں لکھیئے :

شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلاتا تھا۔

______

______

بادشاہ کے سپرد کرکے آپ ملک عدم کو پہنچا۔

______

دنیا مثل حباب کے ہے۔

______

دونوں ہاتھوں سے بلائیں لینا۔

______

پاؤں بھی زمین پر نہ رکھتا تھا

______

______

آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک

______

دامن تمنا کو مراد سے بھریں

______

چار گھڑی دن چڑھے ______

انسان صورت شیطان خصلت

______

(۵) حسن بانو کی دائی نے کون سے سات سوالوں کے اشتہار نامے لگانے کا مشورہ دیا تھا؟ نمبروار سوال لکھئے :۔

سوال نمبر ۱ ____________________

____________________

سوال نمبر ۲ ____________________

____________________

سوال نمبر ۳ ____________________

____________________

سوال نمبر ۴ ____________________

____________________

سوال نمبر ۵ ____________________

____________________

سوال نمبر ۶ ____________________

____________________

سوال نمبر ۷ ____________________

(۶) اس سبق سے آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں ؟

____________________

____________________

____________________

____________________

(۷) مذکر اور مونث الگ الگ کیجئے :۔

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| گھر ۔ جشن ۔ ملک ۔ جلوس ۔ عدل ۔ انصاف ۔ شکوہ ۔ گماشتہ ۔ سوخت ۔ مرگ ۔ دولت ۔ دنیا ۔ دائی ۔ سوال ۔ آتش ۔ اشتہار ۔ کوہ ندا ۔ حمام بادگرد ۔ نشست گاہ ۔ عطردان ۔ ظروف ۔ سفارش ۔ اسباب ۔ گریہ و زاری ۔ | | |

(۸) مندرجہ ذیل کی جمع لکھیے :۔

| | | |
|---|---|---|
| ظرف ______ | سبب ______ | قدر ______ |
| شہر ______ | حساب ______ | عمارت ______ |
| ملک ______ | زمانہ ______ | کمال ______ |
| وارث ______ | مال ______ | اشتہار ______ |
| خبر ______ | شخص ______ | خادم ______ |
| خدمت ______ | مقصد ______ | ولی ______ |
| شیطان ______ | غلام ______ | فرزند ______ |

(۹) جملوں میں استعمال کیجیے :

مثل حباب ______

آلائش دُنیوی ______

صاحب کمال ______

آنکھیں قدموں سے ملنا ______

______

گوہر مقصود ______

سنت نبوی ______

زہر مار کرنا ______

دن بھر کے تھکے ماندے ______

______

آگ بگولا ہو جانا ______

______

گردشِ فلک سے کوئی چارہ نہیں ______

______

______

(۱۰) سابقے اور لاحقے لگا کر مکمل کیجیے اور خالی جگہ پر لکھیے :

کار ________ مہر ________ زبان ________

اثر ________ چلن ________ گشت ________

جواب ________ بند ________ دست ________

مسند ________ مردم ________ اشک ________

اللہ ________ زنگ ________ شیر ________

قد ________ غم ________ باریک ________

(۱۱) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے اور بتلایئے کہ یہ شاعری کی کس صنف سے تعلق رکھتے ہیں ؟

۱ ۔ کفایت جہاں چاہیئے واں کفایت
سخاوت جہاں چاہیئے واں سخاوت
بچی اور تُلی دشمنی اور محبّت
نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت
جُھکا حق سے جو جُھک گئے اُس سے وہ بھی
رُکا حق سے جو رُک گئے اُس سے وہ بھی

________

________

________

________

________

________

________

________

۲ ۔ یہ وہی نور جہاں ہے کہ حقیقت میں یہی
تھی جہانگیر کے پردے میں شہنشاہ زمن
اس کی پیشانیٔ نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ
جاکے بن جاتی تھی اوراق حکومت پہ شکن

۳۔ سُنا بادِ صبا کیا کیا خبر ہے
قلم رَو میں تری کُل بحر و بر ہے
ذرا کر دامنِ صحرا میں راحت
بہت کی تو نے دریا کی سیاحت

(۱۲) علامہ شبلی نعمانی کی سوانح حیات لکھئے اور بتلایئے کہ ان کی شاعری میں کون سی خصوصیات پائی جاتی ہیں؟

# نصوح کا خواب

ڈپٹی نذیر احمد

پیدائش ۱۸۳۱ء

وفات ۲۸ اپریل ۱۹۱۲ء

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد تقریباً ۱۸۳۱ء میں موضع ریہڑ تحصیل نگینہ ضلع بجنور (یو، پی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے۔ نذیر احمد کی سوانح عمری لکھنے والے عموماً ان کا سن پیدائش ۱۸۳۶ء لکھتے ہیں ان کا یہ سن پیدائش ان کی مشہور سوانح عمری "حیات النذیر" کے مندرجہ سن پیدائش کی بنا پر لکھا جاتا رہا ہے جو صریحاً غلط ہے۔ کیونکہ نذیر احمد نے ۱۸۴۵ء میں دہلی کالج میں داخلہ لیا تھا کہ ظاہر ہے کہ کالج کا داخلہ نو سال کی عمر میں ناممکن ہے اسی طرح ۱۸۵۶ء میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو گئے جو تقریباً بیس سال کی عمر میں بہت دشوار ہے۔

ان کے والد کا نام سعادت علی تھا۔ معلمی ان کا پیشہ تھا۔ نذیر احمد نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ حضرت مولانا نصر اللہ خاں صاحب خورجوی سے عربی پڑھی۔ بعد ازاں مولانا نصر اللہ خاں نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔ یہ بجنور میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ چنانچہ جب یہ دورے پر جاتے تو نذیر احمد کو اپنے ہمراہ لے جاتے یہ سلسلہ پانچ سال تک جاری رہا

چودہ سال کی عمر میں نذیر احمد اپنے والد کے ساتھ دہلی چلے گئے، اور پنجابی کٹرے کی اورنگ آبادی مسجد کے مدرسے کے مولوی عبد الخالق صاحب کے حوالے کر دیئے گئے یہاں انہیں بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں جنوری ۱۸۴۵ء میں دہلی کالج میں داخل ہو گئے۔ یہاں انہیں دو روپے وظیفہ بھی ملنے لگا اور یہ وظیفہ بڑھتے بڑھتے چوبیس روپے ماہوار تک پہنچ گیا۔ یہاں ۱۸۵۴ء تک زیر تعلیم رہے۔ یہیں ان میں جدید خیالات اور مغربی علوم و فنون کی روح سے واقفیت حاصل ہوئی۔

تعلیم سے فراغت پاتے ہی ۱۸۵۴ء میں کنجاہ ضلع گجرات (سابق پنجاب) میں چالیس روپے ماہوار پر مدرس ہو گئے۔ دو سال بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر کانپور چلے گئے۔ کچھ ہی مدت بعد انگریز افسر سے اَن بَن ہو گئی یہ استعفٰی دے کر دہلی واپس چلے گئے۔

پھر ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حالات کے اعتدال پر آجانے کے بعد یہ دوبارہ اپنے منصب پر بحال ہو گئے اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر الہ آباد (یوپی بھارت) چلے گئے۔ یہیں انہوں نے انگریزی زبان سیکھی اور ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ پہلے انکم ٹیکس ایکٹ کا ترجمہ کیا۔ پھر انڈین پینل کوڈ (تعزیرات ہند) کا ترجمہ کیا۔ یہی ترجمے ان کی ترقی مدارج کا سبب بن گئے۔ ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے۔ ۶۷-۱۸۶۶ء میں انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں چند پند۔ منتخب الحکایات اور مراۃ العروس لکھیں۔ اس وقت کے ڈائرکٹر تعلیمات مسٹر کیمپسن نے مراۃ العروس کو بہت پسند کیا۔ یہ کتاب درسیات میں شامل کر لی گئی اور حکومت نے اس پر ایک ہزار روپے بھی بطور انعام دیے بعد میں بنات النعش اور توبۃ النصوح لکھیں اور حکومت نے ان پر بھی پانچ پانچ سو روپے انعام میں مرحمت فرمائے۔

سر سالار جنگ انہیں حیدر آباد دکن لے گئے ۱۸۷۷ء میں دکن پہنچے اور ساڑھے بارہ سو روپے ماہوار پر صدر تعلقہ دار (کمشنر) مقرر ہوئے۔ ترقی کرتے کرتے بورڈ آف ریونیو کے رکن ہو گئے اور تنخواہ سترہ سو روپے ماہوار ہو گئی۔ یہیں ایک طویل دورے کے دوران قرآن پاک حفظ کیا۔ یہاں کچھ ایسی مصروفیات رہیں کہ تصنیف و تالیف کا کام بالکل بند رہا۔ سر سالار جنگ کے انتقال کے بعد دہلی واپس آ گئے اور تصنیف و تالیف کا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ فسانۂ مبتلا ابن الوقت رویائے صادقہ اور ایامیٰ اسی زمانہ کے ناول ہیں۔

۱۸۹۷ء میں حکومت کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب ملا ۱۹۰۲ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری دی اور پنجاب یونیورسٹی نے ڈی او ایل کی ڈگری پیش کی

آخری عمر میں ایک پنڈت کو ملازم رکھ کر سنسکرت پڑھنا شروع کر دی تھی۔
لیکن ۲۷ اپریل ۱۹۱۲ء کی شب میں ان پر فالج کا حملہ ہوا اور ۲۸ اپریل ۱۹۱۲ء کو جمعہ کے دن انتقال ہو گیا اور گورستان حضرت خواجہ باقی باللہ میں مدفون ہوئے۔

تصانیف: ناولوں میں مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ ابن الوقت۔ فسانۂ مبتلا ایامیٰ۔ رویائے صادقہ اور توبۃ النصوح۔

تراجم میں: تعزیرات ہند بہت مشہور ہے۔ قانون انکم ٹیکس۔ ضابطہ فوجداری، اور قانون شہادت کا ترجمہ بھی کیا۔

مذہبی تصانیف: ترجمہ قرآن مجید۔ الحقوق والفرائض۔ الاجتہاد۔ مطالب القرآن وغیرہ مشہور ہیں۔

اخلاقیات اور درسیات میں: چند پند۔ منتخب الحکایات، موعظۂ حسنہ، مبادی الحکمت۔ نصاب حسنہ کو خاص شہرت حاصل رہی ہے۔

ان کے علاوہ مصائب غدر اور مجموعہ لیکچر زبھی چھپ چکے ہیں۔

نذیر احمد شاعری بھی کر لیتے تھے اور نظم بے نظیر کے نام سے ان کی قومی نظموں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔

نذیر احمد اپنے ناولوں میں اصلاح افراد اور اصلاح معاشرے کے مقصد کو ہمیشہ ذہن نشین رکھتے تھے۔ اس دور کے مسلم گھرانوں اور ان گھروں میں رہنے والوں کی جیسی پیاری عکاسی ڈپٹی نذیر احمد نے کی ہے وہ اپنا جواب آپ ہیں۔ کردار سازی اور مکالمہ نگاری میں بھی وہ جملہ ناول نگاروں میں فائق اور برتر ہیں۔ زبان۔ محاورات اور روزمرہ کا برجستہ استعمال ان پر ختم ہے یہ اردو کے پہلے ناول نگار تسلیم کر لئے گئے ہیں۔

بہت زیادہ پڑھے لکھے ہونے کے سبب موقع اور محل کے اعتبار سے مناسب ترین الفاظ استعمال کرتے ہیں اور استعمال کرتے وقت

اس کا کوئی خیال نہیں رکھتے کہ استعمال کئے جانے والا لفظ اردو داں طبقہ کس حد تک سمجھ سکے گا۔ بہر حال پھر بھی نذیر احمد نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

توبۃ النصوح ان کا مشہور ترین ناول ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کی بے راہ روی، بچوں کی تعلیم و تربیت اور اپنے دور کے مسلم گھرانوں کی بود و باش رہن سہن، مزاج اور عادات وغیرہ کا بہترین عکاس ہے۔

(۱) اس سبق سے آپ کیا مقصد لیتے ہیں ؟

(۲) مندرجہ ذیل مکالمہ کا خلاصہ تحریر کیجئے ، اور یہ بھی بتلائیے کہ اس میں کس نے ، کس کو مخاطب کیا ہے ؟

" بھلا جب تو دکھن کی نوکری سے برخاست ہو کر گھر آیا اور مدت تک
خانہ نشین رہا اور جو کچھ نوکری پر سے کما کر لایا ، سب صرف ہو گیا اور
تو نان شبینہ کو محتاج ہو کر نوکری کی جستجو میں ادھر اُدھر پھرتا تھا اور
مضطر ہو کر ہم سے دعائیں مانگتا تھا مگر ہم تیرا صبر و استقلال آزمانے
کے لئے تیرے مدعا کو حیز التوا میں ڈالے ہوئے تھے اور ایک انگریز
حاکم ضلع نے ، کہ وہ بھی مثل تیرے ہمارا بندہ تھا ۔ ہمارے ایما سے
تیری پرورش کا وعدہ کیا ۔ مگر ہم نے تجھ پر اپنے ایما کو ظاہر نہیں
ہونے دیا اور تو یہی سمجھا کہ وہ تیری ہی کوشش کا نتیجہ تھا ۔ سچ
بتا کہ تجھکو اس انگریز کے وعدۂ زبان کا زیادہ آسرا تھا یا ہماری
تحریر تمسک وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزق کا ؟

______________________________

______________________________

______________________________

(۳) اس سبق میں قرآن کی ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے " زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روزی کا متکفل نہ ہو " اس عربی آیت کو لکھئے ۔

(۴) مندرجہ ذیل کے ترجمے لکھئے :-

استغفراللہ ______________ مستجمع الصفات ______________

ومامن دابۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقہا ______________

______________________________

واجب الاذعان ______________

(۵) خالی جگہ پُر کیجئے :-

۱۔ یہ دار الجزاء ہے ______________ نہیں ۔

۲۔ باپ نے جو یہ اپنی ______________ سنائی بیٹے پر اس طرح کی ہیبت چھائی کہ ______________ پڑا ۔

۳۔ قائل تو تھا مگر دل سے ______________ نہ تھا ۔

۴۔ آپ تو ______________ کے بڑے پابند تھے ۔ کیا اعمال وافعال کچھ بھی ______________ نہ آئے ۔؟

۵۔ جناب وہ کون لوگ ہیں جو آپ کی ______________ پر آمادہ ہیں؟

۶۔ کیا آپ ______________ اقرار کرچکے ہیں ؟

(۶) معنی لکھئے :-

نامۂ اعمال ______________ تمتعات دنیوی ______________

دار الجزاء ______________ دار العمل ______________

واجب الاذعان ______________ سوء ہضم ______________

العطش اور الجوع ______________

تعدیل ارکان ________________

مستنبط ________ اعوان ________

انصار ________ اذعان ________

مرافعہ ________ استفراغ ________

اٹوانٹی کھٹوانٹی ________ پیچھے لگے ________

(۷) نذیر احمد کے اسلوب نگارش پر مختصر نوٹ لکھیے اور بتلایئے کہ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں کیسی کیسی مشکلات اٹھائیں؟

________________

(۸) نذیر احمد کی چند تصانیف اور تراجم کے نام لکھیے:۔

________________

(۹) مسدس کی تعریف کیجیے اور اپنی نظم کی کتاب میں سے چند مشہور شاعروں کی مسدسات کے ٹکڑے نقل کیجیے:۔

________________

(۱۰) مندرجہ ذیل اشعار میں خالی جگہوں کو پُر کیجیے اور شعرائے کے نام لکھئے :-

ا۔ اس ــــــ میں چشمے ہیں ترے ــــ کے جاری
ــــــ بلبل کی ــــــ پر ہے تری شکر ــــــ
ہر نخل برومند ہے یا حضرت ــــــ
پھل ہم کو بھی ــــــ ریاضت کا ہماری
وہ گل ہوں ــــ طبع چمن ــــ کو
بلبل نے بھی ــــ نہ ہو جن ــــ کی بو کو

ب۔ آرام ــــ قوت دل ــــ راحت ــــ ہے
پیری میں یہ طاقت ہے کہ ــــــ جواں ہے

ج۔ گرمی سے ــــ تھا زمانہ ــــــ پھر
ــــــ جاتا تھا جو گرتا تھا ــــ زمین پر

د۔ زمانے میں پھیلائی ــــــ مطلق
لگی آنے ــــ سے آواز ــــــ

ہ۔ ہاں مجھے ــــــ قتل سے انکار نہیں

مجھ سے ــــ حیلے یہ کہا تھا کہ ــــ

و شاید آجائے تمہاری روح بھی ــــ کہے

کیا بتاؤں جنت الماوی میں ــــ کیسی رہی

گونج کر جب ــــ ٹکراتا ہے تو ــــ ہوں میں

یہ تمہاری ــــ مضطر آتی ہے ــــ ہوتی

(۱۱) مندرجہ ذیل محاورات کو جملوں میں استعمال کیجئے : ۔

کان کھانا ــــ

کان کھڑے کرنا ــــ

کانا پھوسی ــــ

کان کھول دینا ــــ

کان لگانا ــــ

کان مروڑنا ــــ

کان میں پڑنا ــــ

کان میں تیل ڈالنا ــــ

کان ہونا ــــ

کانا پھوسی کرنا ــــ

کان پکڑنا ــــ

# سومناتھ کا مندر

مولانا محمد حسین آزاد

پیدائش : ۱۸۳۰ء م ۱۲۴۵ ہجری

وفات : جنوری ۱۹۱۰ء م محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

مولانا محمد حسین آزاد

اردو کا یہ مایۂ ناز انشا پرداز دہلی (بھارت) میں ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوا ان کے والد کا نام محمد باقر تھا۔ یہ ہندوستان کے اوّلین اخبار نویسوں میں سے تھے جسے انہوں نے ۱۸۳۶ء میں دہلی سے جاری کیا تھا۔ اخبار کا نام اردو اخبار تھا۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامے نے بہت سے مسلمانوں کی کمر توڑ دی۔ سب سے زیادہ انگریزی عتاب مسلمانوں ہی پر اُترا کیونکہ ہر جگہ مسلمان ہی انگریز کے مقابلہ پر معرکہ آرا ہوئے تھے۔ مولانا آزاد کے والد مولوی محمد باقر کو بھی اس جرم میں کہ وہ کسی انگریز کی ہمدردی اور اعانت کو پورا کرنے میں ناکام رہے تھے، جنرل ہڈسن نے گولی سے اڑا دیا۔ اس وقت آزاد کی عمر ۲۶، ۲۷ برس کی تھی۔

آزاد کو شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا اس زمانہ میں ذوق کا طوطی بولتا تھا اور آزاد کے والد کے ان سے دوستانہ مراسم تھے۔ انہوں نے آزاد کو ان کی شاگردی میں دے دیا۔ جب ذوق کا انتقال ہو گیا تو آزاد نے حکیم آغا جان عیش کی شاگردی اختیار کر لی۔

ابتدائی تعلیم کی حصولیابی کے بعد آزاد دہلی کالج میں داخل ہو گئے اور ہمیشہ اپنے ہم جماعتوں میں ممتاز رہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے نے ان پر مصیبتوں کا پہاڑ توڑ دیا۔ باپ کے قتل کر دیئے جانے کے بعد انگریزی سرکار نے گھر کو ضبط کر لیا۔ یہ تلاش معاش میں لکھنؤ پہنچے۔ وہاں سے لاہور چلے آئے یہاں محکمہ تعلیم کے رسالہ اتالیق کا ایڈیٹر بنا دیا گیا ایک سال بعد سرکاری کام سے ایران گئے۔

محکمہ تعلیم سے علیحدہ ہونے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر ہو گئے۔ یہیں انہیں ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی کے موقع پر شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اس خطاب کے ساتھ پانچ سو روپے سالانہ قلمدان کا خرچ بھی حکومت سے ملتا تھا۔ اخیر عمر میں اکلوتی بچی کی موت نے ان کا دماغی توازن بگاڑ دیا اور اسی حالت میں ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو انتقال ہو گیا۔ اور لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار کے قریب کربلا گامے شاہ میں دفن ہوئے۔ قبر پر ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا گنبد ہے جس پر سنہری کلس ہے۔

آزاد بے حد ذہین تھے۔ زبان نہایت سادہ اور طرز تحریر بہت دلچسپ ہے بیان میں شوخی بھی پائی جاتی ہے۔ زور اور حسن بیان کا یہ عالم ہے گویا نثر میں نظم کہی گئی ہو۔

آزاد فطری شاعر تھے لیکن نثر کے مقابلہ میں نظم میں پھیکا پن ہے۔ ان کی تقریر اور تحریر میں جادو تھا۔

نیرنگ خیال۔ آبِ حیات۔ دربار اکبری۔ سخندان فارس۔ سیر ایران۔ قواعد اردو۔ نظم آزاد۔ بیاض آزاد اور قصص ہند ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ زیر نظر سبق قصص ہند سے لیا گیا ہے۔ ۱۸۶۸ء میں ناظم تعلیمات نے مختلف موضوعات پر کتابیں مقابلہ کے لئے لکھوائی تھیں اور جیتنے والوں کے لئے انعام مقرر ہوا تھا۔ مولانا آزاد نے اس مقابلہ میں دو کتابیں لکھ کر شامل کی تھیں۔ ایک تو قواعد فارسی اور دوسری یہی قصص ہند، اس مقابلہ کے فیصلے کا اعلان ۳۱ مارچ ۱۸۶۹ء کو ہوا تھا جس میں مولانا آزاد نے قواعد فارسی پر دو سو روپے انعام میں حاصل کئے تھے۔

قصص ہند میں تاریخی واقعات ہیں جو غزنوی خاندان کی ابتدا سے لیکر نادر شاہ کی آمد تک کے دور پر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ کل ۱۹ ہیں۔ سومنات کا مندر اس کتاب کے دوسرے سبق سے ماخوذ ہے۔

اس میں منظر نگاری اور رنگین بیانی اپنے عروج پر ہے۔ مولانا آزاد

نے تاریخ اور تخیل کے امتزاج سے ایک ایسا مرقع تیار کیا ہے جو ہمیشہ
ہمیشہ یکساں دلچسپی اور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہے گا۔

۱۔ مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کیجئے اور خط کشیدہ حصوں کی خاص طور پر وضاحت کیجئے،

وہ دن تو جوں توں کر کے کاٹا، دوسرے دن جب مشرق کا شہسوار ستاروں
کی فوج کو شکست دیکر شعاع کا نیزہ ہاتھ میں لئے نکلا، محمود سر سے پاؤں
تک لوہے میں غرق ہو کے گھوڑے پر سوار، چتر لگائے میدان جنگ میں آ کر
کھڑا ہوا۔ نقارے پر چوٹ پڑی کہ دل سینوں میں دہل گئے۔ دلیروں نے قلعے
کی طرف بڑھ کر ایسے تیر برسانے شروع کئے کہ ہندوؤں کو فصیل چھوڑتے ہی
بن آئی۔ قلعے سے مندر میں راہ تھی۔ سب گھبرا کر ادھر گھس گئے مسلمان جھٹ
سیڑھیاں لگا، کمندیں ڈال، فصیلوں پر چڑھ گئے اور اللہ اکبر، اللہ اکبر کے
نعرے مارنے شروع کئے کہ قلعے سے یکر کوہ و دشت تک گونج اٹھا۔

۲۔ محمد حسین آزاد کی مختصر سوانح حیات لکھئے اور بتلایئے کہ انہیں اردو شاعروں اور نثر نگاروں میں
کس قسم کی اوّلیت حاصل ہے؟

۳۔ سلطان محمود غزنوی کس کا لڑکا تھا؟ ________

۴۔ اس نے ہندوستان پر کتنے حملے کئے؟ ________

۵۔ جو درست ہو اس پر ✓ کا نشان لگا دیجئے:

ا۔ سلطان محمود نے پجاریوں سے دولت لیکر سومناتھ کے بت کو یوں ہی رہنے دیا۔

ب۔ سلطان محمود نے دولت لیکر بت کو چھوڑ دینے سے انکار کر دیا اور گرز سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ج۔ سلطان محمود سومناتھ کے بت کو اٹھاکر کابل لے گیا۔

۶۔ سومناتھ کا مندر کہاں واقع ہے؟ ________

۷۔ مندرجہ ذیل کا مطلب بیان کیجئے

ارکانِ دولت نے خیال کے عیار اور فکر کے جاسوس چاروں طرف دوڑائے۔

________

________

۸۔ سومناتھ سے گنگا کا فاصلہ کتنا ہے؟ ________

۹۔ مندرجہ ذیل میں سابقے اور لاحقے لگائیے

فتح ____ تاج ____ خراب ____ دولت ____

ٹڈی ____ قلعہ ____ عالی ____ غیرت ____

۱۰۔ مندرجہ ذیل کا مفہوم لکھئے :

لڑائی برابر ترازو کے تول تلی ہوئی تھی

اندھیری رات میں سنسان جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا

تدبیروں کے قاصد اور کاغذ کے گھوڑے دوڑ رہے تھے

تدبیر کی نظر ہر طرف برابر دوڑ رہی تھی

پہلے تو تیر و خدنگ سے پیغام سلام موت کے آئے

چراغ رات دن دھڑ دھڑ جلتا تھا

محمود مارے خوشی کے باغ باغ ہو گیا

۱۱۔ قصیدے کی تعریف کیجئے اور بتلائیے کہ اردو میں کن شاعروں کو قصیدہ نگاری میں ممتاز حیثیت حاصل ہے ؟

۱۲۔ علامہ اقبال نے "شکوہ" نظم میں کس کو مخاطب کیا ہے اور کس بات کا شکوہ کیا ہے ؟

۱۳۔ "جواب شکوہ" میں کس نے جواب دیا ہے اور کیا جواب دیا ہے۔ مفہوم کو کم از کم الفاظ میں بیان کیجئے

۱۴۔ مد و جزر اسلام کس کی تصنیف ہے اور شاعری کی کس صنف میں لکھی گئی ہے؟

۱۵۔ میر انیسؔ کو مرثیوں کے علاوہ کس میں شہرت حاصل ہے ؟

۱۶۔ کم از کم اپنی پسند کے تین شعر لکھئے اور وجہ بتلایئے کہ یہ شعر آپ کو کیوں پسند ہیں ؟

شعر نمبر ۱

کیوں پسند ہے ؟

شعر نمبر ۲

کیوں پسند ہے ؟

شعر نمبر ۳

کیوں پسند ہے ؟

# شہزادہ کا بازار میں گھسٹنا

خواجہ حسن نظامی
پیدائش : دسمبر ۱۸۷۸ء
وفات : ۱۹۵۷ء

خواجہ صاحب ۲۵ دسمبر ۱۸۷۸ء میں بمقام دہلی درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید عاشق علی تھا۔ یہ حضرت مولانا بدرالدین اسحاق کی اولاد میں سے تھے جو بابا فرید گنج شکرؒ کے داماد تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر تک عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم پوری طرح حاصل کر چکے تھے۔ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیشہ کا آغاز کتاب بیچنے سے کیا۔ تقریباً بیس سیر کتابیں پیٹھ پر لاد کر پرانی دہلی سے نئی دہلی جاتے اور اس کے فروخت پر ان کی معاش کا گزران تھا۔ کتاب فروشی کے ساتھ ہی مضمون نویسی کا کام بھی کرتے رہتے تھے۔ اخبار نکالنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ میرٹھ سے اخبار "توحید" جاری کیا تھا جو بند ہو گیا۔

خواجہ صاحب کے لکھنے کا ڈھنگ سب سے نرالا اور اچھوتا ہے ان کی زبان دہلی کی ٹکسالی زبان ہے۔ سادگی اور شیرینی نے قبول عام کی سند عطا کر دی ہے۔ نثر میں سہل ممتنع کی مثال مولانا محمد حسین آزاد کے بعد انہی کی تحریروں میں ملے گی۔ اس سے آسان اور اثر انگیز زبان لکھنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے، غدر دہلی پر لکھے ہوئے افسانے اردو ادب میں لاجواب ہیں۔ یہ بارہ حصوں میں "غدر دہلی کے افسانے" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ زیر نظر افسانہ بھی سے لیا گیا ہے۔ ان کی دیگر تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں

سی پارۂ دل۔ کانا باتی۔ اولاد کے کان میں کہنے کی باتیں۔
خلاصۂ تعلیم تصوف۔ کم تو موت۔ تاریخ مسیح۔ یزید نامہ۔ محرم نامہ۔ میلاد نامہ۔ آپ بیتی۔ کائنات بیتی۔ جگ بیتی کہانیاں سفر نامہ حجاز

مصر و شام۔ سفر نامہ ہندوستان۔ تعلیم القرآن اور بچوں کی کہانیاں۔
خواجہ صاحب کا ۱۹۵۷ء میں دہلی ہی میں انتقال ہوگیا۔ ان کی طرز تحریر کا ایک خاص اسلوب تھا۔ جو ان کا اپنا ایجاد کردہ تھا اور انہی پر ختم ہوگیا۔ انہیں تحریر کے علاوہ تقریر میں بھی کمال حاصل تھا۔

۱۔ فقیر نے مرزا نصیر الملک بہادر کو بد دعا کیوں دی تھی؟۔

۲۔ کیا شکار کرنا چاہیے؟

۳۔ شکار کس نوع کا کرنا چاہیئے

۴۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں بہادر شاہ ظفر کو کہاں سے گرفتار کیا گیا؟

۵۔ اس افسانے کے مجموعی تاثر کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتلایئے کہ ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

۶۔ خواجہ صاحب کو مرزا نصیر الملک کے حالات زندگی کس طرح معلوم ہوئے؟

۷۔ یہ سب کچھ محض افسانہ ہے یا اس میں کسی قسم کی حقیقت بھی پائی جاتی ہے؟

۸۔ خواجہ صاحب کی مختصر سوانح حیات تحریر کیجئے اور ان کی تصانیف کے نام لکھئے:

۹۔ جو درست ہو اس پر ✓ کا نشان لگا دیجئے:

۱۔ خواجہ صاحب ایک ادیب تھے ________

۲۔ خواجہ صاحب بہترین شاعر تھے ________

۳۔ خواجہ صاحب بک سیلر تھے ________

۴۔ خواجہ صاحب انگریزی داں تھے ________

۱۰۔ مندرجہ ذیل کس سبق کا پیرا ہے؟ پیرے کی تشریح اور مصنف کا نام لکھئے:

"جب تو ایک مضغۂ گوشت تھا، ضعیف ولا یعقل، نادان و جاہل، ضعیف اتنا کہ نقل و حرکت پر قادر نہیں، نادان ایسا کہ خویش و بیگانے کا امتیاز نہیں میں نے تجھ کو دودھ پلوا پلوا کر توانا کیا اور اپنے بندے جو تجھ پر ہر طرح کا شرف رکھتے تھے یعنی تیرے ماں باپ تیری خدمت گزاری کو مقرر کئے اور ان کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ انہوں نے میرے حکم سے تجھ کو پالا پوسا، تو روز بروز چونچال اور خوش حال ہوتا گیا۔

۱۱۔ اپنی اسلامیات کی کتاب کو پیش نظر رکھئے اور مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے :

۱۔ دورِ جاہلیت کسے کہتے ہیں کم از کم تین سطروں میں لکھئے :

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کس عمر میں کیا ؟

۳۔ حضرت خدیجہ رضؓ کون تھیں ؟

۴۔ آنحضرت صلعم نے پیشہ کے طور پر کونسا پیشہ پسند کیا ؟

۵۔ آنحضرت صلعم کی زندگی کے کسی اہم عادلانہ فیصلے کا ذکر کیجئے ۔

۱۲۔ پچھلی جماعتوں میں اردو قواعد کے علم ہجا اور علم صرف کے بارے میں آپ بہت کچھ معلوم کر چکے ہیں اب آپ علم نحو کے بارے میں کچھ جانیں گے۔

علم نحو وہ علم ہے جس میں اجزائے کلام کی صحیح ترکیب و ترتیب، ان کا باہمی تعلق اور جملوں کی اقسام کے بارے میں بتایا جاتا ہے اور اس علم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کو صحیح کلام کرنا آجائے اور اس کی اغلاط سے محفوظ رہے۔

## ۱۔ مرکّب :

مرکّب دو یا دو سے زیادہ کلموں کے مجموعے کا نام مرکب ہے مثلاً ' میٹھے انگور' حامد کی لڑکی، بندوق کا دستہ، آم کا درخت۔ اسی طرح مرکب کی دو قسمیں ہیں :۔

۱۔ مرکب تام اور ۲۔ مرکب ناقص

**مرکّب تام :** وہ مرکب ہے جس سے سننے والے کو جملہ کا پورا مطلب سمجھ میں آجائے جیسے 'کراچی ایک شاندار شہر ہے' قائدِ اعظمؒ ہمارے قومی ہیرو ہیں، موہن جوڈرو ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔

اس کو مرکب تام کے علاوہ مرکب مفید اور کلام تام یا جملہ بھی کہتے ہیں۔

**مرکب ناقص :** ایسے مرکب کو کہتے ہیں جس سے سننے والا پورا مطلب نہ سمجھ سکے۔ میرا گھر، اس کی باتیں، بازاری اشیاء

اس کو مرکب غیر مفید اور کلام ناقص بھی کہتے ہیں۔

۱۳۔ مرکب تام اور مرکب ناقص کے چار چار جملے لکھئے :۔

مرکب تام: ۱ ________ ۲ ________

۳ ________ ۴ ________

مرکب ناقص: ۱ ________ ۲ ________

۳ ________ ۴ ________

★

# عرب اور گلشن

راشد الخیری
پیدائش ۱۸۷۰ء
وفات ۱۹۳۶ء

علامہ راشد الخیری دہلی میں ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان شاہانِ مغلیہ کے استاد ہونے کا نسلاً بعد نسل فخر حاصل کر چکا ہے یہ ابھی نو برس سال کے تھے کہ باپ کا انتقال ہو گیا۔ باپ کے انتقال کے بعد تعلیم و تربیت دادا اور چچا کی نگرانی میں ہوئی۔ اس زمانے میں انگریزی تعلیم کو مسلمان کفر سمجھتے تھے اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ انگریزی دہلی کے عربک اسکول میں پڑھی۔ ۱۸۹۱ء میں محکمہ بندوبست کے انگریزی دفتر میں ملازم ہو گئے لیکن ملازمت زیادہ دنوں نہیں رہی، کچھ مدت کے بعد ہی استعفیٰ دے دیا۔ ۶۸ سال کی عمر پائی ۱۹۳۶ء میں دو ماہ بیمار رہ کر ۳ فروری کو انتقال فرما گئے مولانا کی پہلی تصنیف حیات صالحہ ہے۔

ان کا طرز تحریر نہایت درد انگیز ہے۔ پڑھ کر دل پر براہ راست اثر ہوتا ہے۔ عورتوں کی مظلومیت کی جیسی منظر کشی اور عکاسی انہوں نے کی وہ دوسری جگہ نہ مل سکے گی۔ انہوں نے جو کچھ لکھا اصلاح نسواں اس کا بنیادی مقصد تھا۔ راشد الخیری بیک وقت ناول نگار، جرنلسٹ اور انشا پرداز تھے۔ ان کی تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں :۔

حیات صالحہ صبح زندگی شام زندگی شب زندگی
طوفان حیات جوہر قدامت منازل السائرہ نوحۂ زندگی
آمنہ کا لال سیدہ کا لال محبوبۂ خداوند وغیرہ۔ ان کی تصانیف آج بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھی جاتی اور ان کے نئے ایڈیشن چھپتے رہتے ہیں۔

۱۔ عرب اور گلشن کا بنیادی تصور کیا ہے ؟

۲۔ گلشن، کون تھی اور کس قسم کی تھی ؟

۳۔ بیگم' اور' سرکار' کہتے منہ خشک ہو رہا ہے " کا مفہوم لکھئے :۔

۴۔ آپ کے نزدیک اس سبق میں وہ کون سے حصے ہیں جن کو پڑھ کر بے اختیار دل بھر آتا ہے، ان کو نقل کیجئے :۔

۵۔ مندرجہ ذیل ٹکڑے کی وضاحت کیجئے :۔

" قوم کا ہر فرد، خاندان کا ہر شخص اور سوسائٹی کا ہر متنفس، نفس پروری کے نشے میں چور ہے اور غیر اقوام کی صحبت نے مسلمانوں کے اس نقص کو انسانیت کا جوہر بنا رکھا ہے ۔"

۶۔ جو درست ہو اسے خالی جگہ پر لکھ دیجئے :۔

۱۔ جن کی محبت کے دعوے آسمان سے ______ اور
(۱۔میلوں اونچے ۲۔گزوں نیچے ۳۔ دو گز اونچے)
زمین سے کئی ہاتھ ______ تھے
(۱۔ اوپر ۲۔ اونچے ۳۔ نیچے)

۲۔ گلشن نہایت ______ خادمہ تھی۔
(۱۔ وفادار ۲۔خود غرض ۳۔بے وقوف)

۳۔ 'عرب' نے خود ______ رہ کر بھوکے بہرام کا خیال رکھا۔
(۱۔شکم سیر ۲۔بھوکا ۳۔سرگرم سفر)

۴۔ علامہ راشد الخیری کو ______ کہا جاتا ہے۔
(۱۔ نقاش فطرت ۲۔مصورِ غم ۳۔مصور حیات)

۷۔ مندرجہ ذیل کے معنی لکھئے اور جملوں میں استعمال کیجئے :

بھاگوان پیرے ______

دو سے تین ہو گئے ______

مطلب آشنا ______

بے اعتنائی ______

اب سے دُور ______ ______

______ ______ ______ ______

جن کا ڈسا پانی نہ مانگے ______ ______

______

فلاکت ______

بہتات ______

وارفتگی ______

۸۔ مولانا حالی نے اپنے مسدس میں اسلاف کی خوبیاں بیان کی ہیں آپ انہیں نثر میں لکھیے اور بتلایئے کہ مولانا حالی نے ہمیں کیا کچھ یاد دلایا ہے ؟

______

______

______

______

______

______

______

______

______

______

______

______

۹۔ جو درست ہو اسے خالی جگہ میں لکھ دیجئے :۔

۱۔ خواجہ الطاف حسین حاؔلی اردو کے پہلے ______ شاعر تھے۔

(۱۔ غزل گو ۲۔ نظم گو ۳۔ قومی)

۲۔ علامہ اقبال ______ کے رہنے والے تھے (۱۔ لاہور ۲۔ کشمیر ۳۔ سیال کوٹ)

۳- جوش ملیح آبادی کو ______ بھی کہا جاتا ہے۔
(۱۔ شاعرِ حیات ۲۔ شاعرِ انقلاب ۳۔ شاعرِ شباب)

۴- میر انیس کا نام ______ تھا۔
(۱۔ میر حسن ۲۔ ببر علی ۳۔ ضمیر علی)

۵- علامہ شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف ______ نامکمل رہی جسے
(۱۔ الفاروق ۲۔ شعر العجم ۳۔ سیرت النبیؐ)
ان کے بعد ______ نے مکمل کیا۔
(۱۔ ابوالکلام آزاد ۲۔ حبیب الرحمٰن شیروانی ۳۔ سید سلیمان ندوی)

۱۰- نظم کی تعریف کیجیے اور بتلائیے کہ نظم گوئی میں کن شاعروں نے خاص طور پر شہرت حاصل کی ہے؟

۱۱- چند ایسے شاعروں کے نام لکھیے جو بیک وقت شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی۔

۱۲- ڈپٹی نذیر احمد شاعر بھی تھے، ان کے مجموعۂ کلام کا نام لکھیے:۔

۱۳- میر امن نے "باغ و بہار" کس کی خواہش پر کہاں لکھی تھی؟

۱۴- وہ کون سا شاعر اور انشا پرداز ہے جس کا لاہور میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہے؟

۱۵- کرنل ہالرائیڈ کون تھے؟ اور انہیں اردو ادب میں کیوں شہرت حاصل ہے؟

۱۶- ڈاکٹر گل کرائسٹ کون تھے؟ اور انہوں نے اردو ادب کی کون سی خدمت انجام دی ہے؟

۱۷۔ مندرجہ ذیل تصانیف کے سامنے ان کے مصنّفین کے نام لکھئے :۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| محصنات | ________ | نانی عشو | ________ |
| کم ڈوموت | ________ | غدر دہلی کے افسانے | ________ |
| آئینِ اکبری | ________ | واردات | ________ |
| بیوہ | ________ | مقدمۂ شعر و شاعری | ________ |
| اسبابِ بغاوتِ ہند | ________ | خطباتِ احمدیہ | ________ |
| جاڑے کی چاندنی | ________ | کولتار | ________ |
| خانم | ________ | قصصِ ہند | ________ |

۱۸۔ پیچھے آپ مرکب تام اور مرکب ناقص کے بارے میں پڑھ آئے ہیں۔ اب ہم مرکب ناقص کی اقسام بتلائیں گے۔ ان کی سولہ اقسام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ مرکب اضافی ۲۔ مرکب توصیفی ۳۔ مرکب عددی ۴۔ مرکب عطفی
۵۔ مرکب امتزاجی ۶۔ حال و ذوی الحال ۷۔ تابع مہمل و متبوع
۸۔ تابع موضوع و متبوع ۹۔ تمیز و ممیز ۱۰۔ بدل مبدل منہ
۱۱۔ تاکید و موکد ۱۲۔ اشارہ مشارٌ الیہ ۱۳۔ عطف بیان و مبین
۱۴۔ مرکب ظرفی ۱۵۔ مستثنیٰ، مستثنیٰ ۱۶۔ جار مجرور

ان کی تعریف اور توضیح آگے ملے گی۔

## سُلطان حیدر جوشؔ

# نابینا بیوی ○

پیدائش :
وفات : ۱۱ رمئی ۱۹۵۳ء

سلطان حیدر جوشؔ باپ کی طرف سے شیخو پورہ (بدایوں) کے فریدی خاندان سے اور ماں کی طرف سے حکیم احسن اللہ خاں دہلوی سے ملتا تھا۔ بچپن ماں کے زیر سایہ دہلی میں گزرا یہیں ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ اینگلو عربک اسکول دہلی سے انٹرنس کیا، ۱۹۰۵ء میں علیگڈھ چلے گئے، ۱۹۰۶ء میں نواب محسن الملک کے عہد میں جب اسٹرائک ہوئی تو جوشؔ نے بھی علیگڈھ کو خیرباد کہا۔ سلسلۂ تعلیم ختم ہو جانے کے سبب وقت بیکاری اور ملازمت کی تلاش میں گزرنے لگا۔ ۱۹۱۲ء میں تحصیلدار ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کلکٹری کے عہدے تک جا پہنچے اور اسی عہدے سے ۱۹۴۶ء میں پنشن لی اور علیگڈھ ہی مستقل سکونت اختیار کی اور یہیں ۱۱ رمئی ۱۹۵۳ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ زمانہ طالب علمی ہی سے لکھنے کا شوق تھا، نثر لکھتے تھے تخلص جوشؔ تھا لیکن شاعری نہیں کی۔ رسالہ مخزن سے ان کے قلمی شوق کا آغاز ہوا۔ مولانا محمد علی جوہر کے کامریڈ دہلی کے خاص سنجیدہ اور مزاحیہ لکھنے والوں میں سلطان حیدر جوشؔ بھی تھے۔ ان دنوں میں کامریڈ کی ادارت کے اسٹاف میں سید محفوظ علی بدایونی، محمد فاروق اور قاضی عبدالغفار جیسی مشہور زمانہ شخصیات شامل تھیں۔ ۱۹۱۵ء میں ان کا پہلا تاریخی ناول ابومسلم خراسانی نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا اور سوانح عمری محتشم خاں نواب فرید و بانی شیخوپورہ، ہوائی، نقش نقاش، فسانۂ جوش، جوش فکر اور صبر کی دیوی ان کی تصانیف ہیں۔

پریم چند کی طرح جوشؔ کو بھی یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے افسانوں میں اصلاحی مقصد پایا جاتا ہے اُن دنوں جس زور و شور سے مغرب کی تقلید ہو رہی تھی جوشؔ نے ان پر افسانوی طنز کے نشتر لگائے ہیں۔ جوشؔ کی تحریر میں زورِ بیان، زبان کا مزہ، روزمرہ کا لطف اور مزاح و استہزا کی لطیف چاشنی بہت خوش کرتی ہے۔

○

۱۔ اس افسانے سے آپ کون سا اخلاقی سبق حاصل کرتے ہیں؟ دو سطروں میں لکھیے :

---

---

۲۔ نئی روشنی کے نوجوان نے نابینا سے شادی کرنے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

---

# لاٹری

منشی پریم چند

پیدائش : ۱۸۸۰ء

وفات : اکتوبر ۱۹۳۶ء

منشی پریم چند بنارس (یو پی - بھارت) کے ایک دیہات پانڈے پور میں پیدا ہوئے۔ یہ ذات کے اعتبار سے سری واستوا کائستھ تھے۔ اصلی نام دھنپت رائے تھا لیکن نواب رائے کے فرضی نام سے بھی مضامین لکھے۔

باپ کا نام عجائب لال تھا۔ یہ ڈاک خانہ میں چوبیس روپے ماہوار پر کلرکی کرتے تھے۔ ابھی منشی جی سات ہی سال کے تھے کہ ماں کا انتقال ہوگیا۔ تعلیم و تربیت باپ نے دی۔ عمر کے آٹھ سال تک فارسی پڑھی۔ بعد میں انگریزی بھی پڑھی۔ پندرہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی۔ شادی کے وقت یہ آٹھویں جماعت میں پڑھ رہے تھے۔

پانڈے پور سے بنارس دس میل دور ہے۔ منشی جی روزانہ دس میل جاتے اور دس میل آتے۔ گزر اوقات کے لئے ایک ٹیوشن بھی کر لیا تھا۔ انٹرنس سیکنڈ ڈویژن میں ہونے کی وجہ سے بنارس کے ہندو کالج میں داخلہ نہ مل سکا۔ کالج کی انتظامیہ کمیٹی کے ایک رکن نے داخلہ کی سفارش کی۔ داخلہ کی درخواست منظور ہوگئی لیکن داخلہ کے ابتدائی امتحان میں ریاضی میں ناکام رہے، اور داخلہ ایک بار پھر نہ مل سکا۔ مجبوراً گزر بسر کے لئے پانچ روپے ماہوار پر ایک لڑکے کو پڑھانے لگے۔ ان پانچ روپوں سے اپنی گزر بسر کرتے اور کچھ نہ کچھ گھر والوں کو بھی دیتے۔ غذا کی کمی اور محنت کی زیادتی کی وجہ سے معدے کے مرض میں مبتلا رہنے لگے۔ جگر کمزور ہوگیا اور یہ بیماری زندگی کے آخری لمحوں تک برقرار رہی اور بالآخر اسی بیماری میں ۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

منشی جی زندگی بھر پریشان رہے۔ ۱۹ سال کی عمر میں معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ کچھ

عرصہ بعد ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران ایف اے کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اکثر دوروں پر رہنے کے سبب طبیعت خراب رہنے لگی۔ مجبوراً انسپکٹری کے عہدہ کو معلمی میں تبدیل کرالیا۔ پرائیویٹ طور پر ٹریننگ کالج میں بھی تعلیم حاصل کی محکمہ تعلیم میں تقریباً ۲۲ سال خدمات انجام دیں۔

تصنیف و تالیف کا آغاز ۱۳ سال کی عمر میں ہی ہوگیا تھا۔ اس عمر میں "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا، ۱۸ سال کی عمر میں ایک اردو ناول "اسرارِ محبت" لکھا۔ ۲۱ سال کی عمر سے ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز کیا اور نواب رائے کے فرضی نام سے "زمانہ" کانپور میں افسانے لکھنے شروع کئے۔

اردو داں طبقہ کی ناقدری سے تنگ آکر ہندی میں لکھنا شروع کردیا ہندوؤں نے ان کی بڑی قدر کی۔ پریم چند بہت تنہائی پسند تھے وہ ایک باکمال افسانہ نگار تھے انہوں نے اپنے افسانوں کے لئے دیہات کی زندگی کو پسند کیا۔ انسانی فطرت اور مزاج کے سچے نباض تھے۔ نفسیاتی تجزیے میں انہیں کمال حاصل تھا، مکالمات سادہ اور آسان زبان میں لکھتے تھے۔ فرد اور معاشرے کی برائیوں کی بڑی عمدگی سے نشان دہی کرتے تھے۔ انہوں نے سیاسی اور اصلاحی تحریکوں کو بھی اپنے ناول کا موضوع بنایا ہے۔ انہیں اپنے موضوع اور قلم پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ کسانوں، زمینداروں، مزدوروں اور جاگیرداروں کے افسوسناک اور عبرت ناک خاکے کھینچے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ پریم چند نے اردو افسانہ نگاری کو ۱۹۳۶ء میں جس بلند مقام تک پہنچا دیا تھا آج ۳۳ سال بعد بھی یہ اس سے آگے نہیں نکل سکی ہے۔ منشی پریم چند کا فن افسانوی کوہستانی سلسلہ کا ماؤنٹ ایورسٹ ہے جسے ابھی تک سر نہیں کیا جا سکا ہے۔

پریم چند کی مشہور تصانیف یہ ہیں :

زادِ راہ، واردات، جلوۂ ایثار، خواب و خیال، نجات، خاکِ پروانہ، سوزِ وطن، فردوسِ خیال، پریم پچیسی، پریم بتیسی،

پریم چالیسی ۔ یہ ان کے افسانوی مجموعے ہیں ۔

بازارِ حسن ، بیوہ ، چوگانِ ہستی ، گوشۂ عافیت ، نرملا ، غبن ، میدانِ عمل ، خوابِ غفلت اور گیودان بنارس ناول ہیں ۔ گیودان بنارس ان کا آخری ناول ہے ۔

کربلا ۔ سنگرام اور روحانی شادی ڈرامے ہیں ۔

۱ ۔ مندرجہ ذیل خالی جگہ صحیح لفظ لکھ کر پُر کیجئے : ۔

۱ ۔ افسانہ لاٹری انسانی فطرت کے ________ کے پہلو کی دلکش عکاسی کرتا ہے ۔

(۱ ۔ لڑائی جھگڑے ۲ ۔ حرص و طمع ۳ ۔ بیوقوفی اور حماقت )

۲ ۔ لاٹری ایک قسم کا ________ ہے ۔

(۱ ۔ کاروبار ۲ ۔ جوا ۳ ۔ قسمت کا کھیل )

۳ ۔ منشی پریم چند ________ کے رہنے والے تھے ۔

(۱ ۔ کانپور ۲ ۔ دہلی ۳ ۔ بنارس )

۲ ۔ ہمارے ملک میں شیخ چلی نام کا ایک روایتی کردار پایا جاتا ہے ۔ اس افسانے کے کئی کرداروں میں شیخ چلی کی جھلک پائی جاتی ہے ۔ آپ ان کرداروں کے نام لکھئے اور بتلائیے کہ وہ کونسی علامات ہیں ، جو شیخ چلی سے مشابہ ہیں !

________

________

________

________

________

۳ ۔ مندرجہ ذیل ٹکڑے کو آپ اپنی زبان میں سمجھائیے :

لوگ ناحق کہتے ہیں کہ مادہ پرستوں میں اعتقاد نہیں ہوتا ۔ میں تو سمجھتا ہوں ہم میں جو اعتقاد اور پرستش اور دین داری ہے وہ ہماری مادہ پرستی کے طفیل ہے ، ہمارا دین اور مذہب ہماری دنیا کے بل پر لٹکا ہوا ہے ۔ ہوس انسان کی رائے اور دماغ میں اتنی روحانیت پیدا کر سکتی ہے ۔

________

________

۴۔ اس افسانے کا بنیادی خیال کیا ہے ؟

۵۔ بڑے ٹھاکر نے جب پجاری جی سے لاٹری نکلنے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کیا جواب دیا ؟

۶۔ چھوٹے ٹھاکر نے جب پجاری جی سے لاٹری نکلنے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے انہیں کیا جواب دیا ؟

۷۔ آپ اپنی زندگی کا کوئی واقعہ لکھیے جو اس کہانی سے ملتا جلتا ہو اور جس سے انسانی حرص و طمع کے فطری پہلو پر روشنی پڑتی ہو۔

۸۔ آپ نے اپنے کسی دوست کے اشتراک میں اگر کوئی ایسا کام کیا ہو، جس سے آپ کو پچاس ہزار روپے مل جائیں، اور اس میں سے نصف آپ کو اپنے دوست کو دینے پڑ جائیں تو اس صورت میں آپ کے کیا احساسات ہوں گے؟ اپنے دل و دماغ پر خوب اچھی طرح اس کی کیفیت طاری کر کے جواب لکھئے۔

۹۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لکھئے اور جملوں میں استعمال کیجئے:

مشترک

انفرادی

مساوی

ملحد

سیّاح

امید و بیم

نقشِ دیوار

۱۰۔ یہ کس زبان کے الفاظ ہیں اس زبان کا نام اور لفظوں کے معنی لکھئے:

| | | |
|---|---|---|
| ناستک | بھگت | |
| فتور | فاسد | |
| خلل | پرستش | |
| کتھا | سَنت | |
| آشیرباد | برت | |
| درگاپاٹ | اشنان | |
| پروگرام | برخاست | |

انترجامی ______ ______ ______ مسّاکین ______ ______ ______

۱۱۔ مندرجہ ذیل خالی جگہوں کو پُر کیجئے :

۱۔ مولانا حالی کا پورا نام ______ ہے

۲۔ جوش ملیح آبادی کا پورا نام ______ ہے

۳۔ شوق قدوائی کا پورا نام ______ ہے

۴۔ بے نظیر شاہ کا پورا نام ______ ہے

۵۔ میرامن ______ کے رہنے والے تھے۔

۶۔ مولانا محمد حسین آزاد کا مزار ______ میں ہے۔

۷۔ علامہ راشد الخیری کو تعلیم اور اصلاح ______ کا بڑا خیال تھا۔

۸۔ منشی پریم چند کے گاؤں کا نام ______ ہے۔

۹۔ ڈپٹی نذیر احمد کے پہلے ناول کا نام ______ ہے۔

۱۲۔ شمس العلماء کا خطاب کن مصنفین اور شعراء حضرات نے حکومت سے حاصل کیا تھا۔؟

______

______

______

۱۳۔ آپ پیچھے مرکب اضافی کی اقسام اور تعداد معلوم کر چکے ہیں۔ اب ان اقسام کی تعریف اور تشریح بھی سمجھ لیں۔

**۱۔ مرکب اضافی :** مختلف اسموں کے ملنے سے معنی میں جو ایک ناتمام لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اس کو اضافت کہا جاتا ہے۔ جس اسم کا کسی دوسرے اسم سے لگاؤ ہوتا ہے اس کو مضاف اور جس اسم کے ساتھ لگاؤ ہو اس کو مضاف الیہ کہتے ہیں جیسے :

بلقیس کی بلّی    واجد کی کتاب    عارف کا مکان

اس میں بلقیس ، واجد اور عارف مضاف الیہ ، کی اور کا اضافت اور بلّی، کتاب اور مکان مضاف ہیں۔

مضاف اور مضاف الیہ کی پہچان یہ ہے کہ جب اسم کے ساتھ ،کس کا ،کس کے ،کس کی کا سوال قائم کیا جائے وہ مضاف ہوگا اور جو اسم اس کے جواب میں حاصل ہو وہ مضاف الیہ ہوگا۔ مثلاً مندرجہ ذیل سوالات پر غور کیجئے اور مذکورہ بالا قاعدے سے مضاف اور مضاف

الیہ دریافت کیجئے :

احمد کی ٹوپی : ______ مضاف ______ مضاف الیہ ______ اضافت ______

تانبے کے برتن : ______ مضاف ______ مضاف الیہ ______ اضافت ______

لوہے کی کرسی : مضاف ______ مضاف الیہ ______ اضافت ______

شیشے کا گلاس : مضاف ______ مضاف الیہ ______ اضافت ______

پتھر کی دیوار : مضاف ______ مضاف الیہ ______ اضافت ______

لکڑی کی الماری : مضاف ______ مضاف الیہ ______ اضافت ______

ب ۔ اردو میں مضاف الیہ اکثر پہلے ہی آجاتا ہے اور مضاف بعد میں لیکن فارسی میں مضاف پہلے آتا ہے اور مضاف الیہ بعد میں۔ جیسے شیرِ خدا، تعلیمِ نسواں، مردِ میدان وغیرہ
آپ فارسی کی ترکیب سے کم از کم دس ایسے کلمات لکھیے جن میں فارسی کی ترکیب مرکبِ اضافی پائی جاتی ہو۔

۱۔ ______ ۲ ______

۳۔ ______ ۴ ______

۵ ______ ۶ ______

۷ ______ ۸ ______

۹ ______ ۱۰ ______

۳۔ نئی روشنی کے نوجوان کا کیا حشر ہوا۔ اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے :۔

۴۔ اس افسانے کا ہیرو کون ہے ؟

۵۔ مندرجہ ذیل پیراگراف میں الفاظ کی ترتیب بگاڑ دی گئی ہے اسے درست کیجیے اور خالی جگہ پر صحیح ترتیب سے لکھیے :

" یہ تمام مشکل میں نے قاضی صاحب کو مجبور کئی دنوں میں کر لیا اور اس مصیبت نابینا زدہ لڑکی سے چھپاتے چھپ شادی کر لی۔ میرے اب وہ گھر میں آئی اور بنکر بیوی میری رہنے لگی۔ اس کے خصائل کی نسبت میں کہہ بلا مبالغہ سکتا ہوں کہ وہ صبر، قناعت، سچائی، ہمدردی، محبت اور پاکبازی کی تصویر مجسم تھی۔ اوقات اکثر رات پچھلی کبھی آنکھ میری کھل جاتی تو میں عجیب ایک موثر نظارہ دیکھتا۔ وہ لیٹے لیٹے پلنگ پر عاجزی نہایت کے ساتھ مشغول دعا میں تھی اور ہزار ہزار طرح سے میری پہروں آرام، ترقی اور آسائش کے لئے دعائیں مانگتی ۔

پہلو بدلنا ______________________

پیٹ پالنا ______________________

راہ و رسم ہونا ______________________

جان میں جان آنا ______________________

دل میں گھر کرنا ______________________

چھٹی کا کھایا یاد آجانا ______________________

۹ ۔ مندرجہ ذیل اشعار کے سامنے عنوانات لکھدیے گئے ہیں ۔ آپ لکھیے کہ کون سا شعر کس سے لیا گیا ہے ؟

| | |
|---|---|
| سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب<br>کا نور صبح ڈھونڈتا پھرتا تھا آفتاب | رونق بارش<br>○ |
| آرام جگر، قوت دل، راحتِ جاں ہے<br>پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے | آموں کی بہار<br>○ |
| آنے سے تیرے باغ میں اے خوش خرام صبح<br>ہوتا ہے ہر روش پہ نیا اہتمام صبح | گرمی کی شدت<br>○ |
| دفعتہً پاؤں پہ بیگم کے گرا اور یہ کہا<br>تو اگر گشتہ شدی آہ چہ می کردم من | راحتِ پسر<br>○ |

جو سینۂ دریا ان میں ہیں بے شمار
ہیں لعلِ بدخشاں بھی ان پر نثار
نسیم سحر

○

بنا ہے جو وہ ٹین کا سائبان
ہے اس دقت ارگن کا اس پر سماں
عدل جہانگیری

○

۱۰۔ مندرجہ ذیل شعرا کے تخلص لکھئے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| درگا سہائے | ــــــــــ | سید محمد | ــــــــــ |
| محمد اسمٰعیل | ــــــــــ | محمد اقبال | ــــــــــ |
| ببر علی | ــــــــــ | محمد شبلی | ــــــــــ |

۱۱۔ پچھلے سبق میں مرکب اضافی کے سلسلہ میں مضاف اور مضاف الیہ کو پہچاننا اور اردو اور فارسی میں مضاف اور مضاف الیہ کے فرق استعمال کو بتلایا جاچکا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اور ضروری باتیں یہاں بتائی جا رہی ہیں:

۱۔ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصلہ نہیں چھوڑنا چاہیئے لیکن شعر میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

خیال، خاطرِ احباب چاہیئے ہر دم
انیسؔ، ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

۲۔ اگر مضاف واحد مذکر ہو تو اس کا حرف اضافت 'کا' ہوگا اور جمع مذکر میں 'کے'، لیکن اگر مضاف واحد مونث یا جمع مونث ہو تو حرف اضافت 'کی' ہوگا۔ یعنی اضافت کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع بلحاظ مضاف ہوتی ہے جیسے:

امجد کا جوتا۔ امجد کے جوتے۔ آصف کا بستہ۔ آصف کے بستے
انور کا لڑکا۔ انور کے لڑکے۔ واحد کا گھوڑا۔ واحد کے گھوڑے یا
امجد کی کتاب۔ امجد کی کتابیں۔ آصف کی کرسی۔ آصف کی کرسیاں۔
انور کی بیٹی۔ انور کی بیٹیاں۔ واحد کی بکری۔ واحد کی بکریاں۔

لیکن جب میرا۔ میرے۔ میری، تیرا۔ تیرے۔ تیری، تمہارا۔ تمہارے۔ تمہاری، ہمارا۔ ہمارے ہماری اور اپنا۔ اپنے۔ اپنی مضاف الیہ ہوتے ہیں تو اضافت کی علامت ختم ہوتی ہے اور کا، کے، کی اڑ جاتے ہیں جیسے:

میرا مکان - تیری کتابیں - تمہارا گھوڑا - ہماری کتاب - اور اپنا دوست وغیرہ -

۳- جب کسی مضاف کے بعد حروف عاملہ آجاتے ہیں تو علامت اضافت کا الف یائے مجہول سے بدل جاتا ہے جیسے: امجد کے گھر میں - آصف کے دوست - واحد کی دوکان میں -

۴- اگر مرکب اضافی کی طرف کسی اور اسم کو مضاف کریں تو بھی علامت اضافت کا الف یائے مجہول سے بدل جاتا ہے جیسے: امجد کے جوتہ کا فیتہ - آصف کے بستہ کی کتابیں - واحد کے گھوڑے کی زین وغیرہ

۱۲- نیچے اضافتیں غلط لگائی گئی ہیں - آپ انہیں صحیح اضافتیں لگا کر سامنے لکھئے:

ا- سڑک کی پتھر ______ واحد کا کتاب ______

آصف کے لڑکی ______ اشرف کی شہر ______

ماسٹر کا میز ______ کتاب کا دوکان ______

قلم کا سیاہی ______ کاغذ کی دستہ ______

ب- اضافتیں لگا کر جملے مکمل کیجئے:

۱- اس کتاب ______ کل صفحات ۲۱۲ ہیں -

۲- عارف ______ لڑکی ساتویں میں پڑھتی ہے -

۳- واجد ______ کتاب ______ رنگ سبز ہے -

۴- ہمارے اسکول ______ چپراسی بہت نیک ہے -

۵- زندگی ______ کوئی بھروسہ نہیں -

۶- کراچی سے حیدرآباد ______ فاصلہ کتنے میل ہوگا؟

۷- پاکستان ______ فوج ______ لوہا پوری دنیا نے مان لیا ہے -

۸- آج ______ دنیا میں سائنس ______ خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا -

۹- آدمی ______ عزت اور خودداری اس ______ نہایت قیمتی سرمایہ ہیں -

۱۰- اسلام انسانوں ______ بھلائی اور اس ______ اصلاح کے لئے آیا ہے -

# سایہ

## غلام عباس

غلام عباس اردو کے ان افسانہ نگاروں میں سے ہیں جن کے یہاں خاصا تنوع پایا جاتا ہے۔ انہوں نے تعلیم لاہور میں حاصل کی اور اس فضا میں ادبی زندگی کی ابتدا کی مولوی ممتاز علی کی ادبی سرگرمیوں میں شریک رہے، رسالہ پھول کی ادارت کی۔ ان کی ادبی شہرت کا آغاز 'جزیرہ سخنوراں' سے ہوا، جزیرہ سخنوراں کا پلاٹ ایک مغربی کتاب سے ماخوذ ہے اور اپنی نوعیت کا بہت دلچسپ اور طنزیہ خاکہ ہے۔

غلام عباس کے ہاں نفسیاتی پیچ وخم اور ان کے پیچیدہ عمل کا دل نشین تجزیہ بہت اچھا پایا جاتا ہے، ان کے افسانوی کردار اور ان کا ماحول ایسا نہیں ہوتا جس کی اچھائی اور برائی کا تاثر مصنف کا قلم زبردستی قاری کے دل و دماغ میں ٹھونسنے کی کوشش کر رہا ہو، یہ نیک ہوتے ہیں لیکن حالات اور ان کے پراسرار تقاضے انہیں کسی نامعلوم اور غیر محسوس جرم پر ضرور اکساتے رہتے ہیں۔ ان کے افسانوی کردار نیک بھولے اور شریف ہوتے ہیں لیکن اس عالم خیر و شر میں خیر کس طرح شر کے قابو میں چلا جاتا ہے، اور شر کس طرح خیر پر آہستہ آہستہ نہایت پیچیدہ اور غیر مرئی اور غیر محسوس انداز میں اپنی گرفت مضبوط کرنا شروع کرتا ہے، غلام عباس ان باتوں کو ایک ماہر فنکار کی طرح پیش کرتے ہیں لیکن وہ صرف مرض کی تشخیص کر کے چھوڑ دیتے ہیں، ان کا علاج کیا اور کس طرح کیا جائے؟ غلام عباس اس چکر میں نہیں پڑتے، کیونکہ ہر شخص یا معاشرے کا علاج اس کے اپنے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر ہی تجویز کیا جا سکتا ہے، چنانچہ علاج کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوتی ہے جو اس مرض میں مبتلا ہے۔ غلام عباس کی طرز تحریر صاف اور رواں ہے اور ان کے افسانوں میں ایسا تسلسل پایا جاتا ہے کہ پورے ماحول اور اس ماحول کے ایک ایک فرد کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ غلام عباس ریڈیو پاکستان کے رسالہ آہنگ کے مدیر بھی رہ چکے ہیں لیکن اب ریٹائر زندگی گزار رہے ہیں۔ آنندی اور جاڑے کی چاندنی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ جاڑے کی چاندنی پر انہیں آدم جی پرائز بھی مل چکا ہے۔

۱۔ سبحان نے وکیل صاحب کے پڑوس میں ٹھیلہ کیوں لگالیا تھا؟

______

______

۲۔ وکیل صاحب کے والد کیا کام کرتے تھے؟ اور اُن سے ان کا کام کیوں بند کرادیا گیا تھا؟

______

______

______

۳۔ اس کہانی میں مصنف نے ایک مکان ، خاندان اور اس کے گرد و پیش کی زندگی کا ایسا قلمی خاکہ کھینچا ہے کہ ایک خوبصورت متحرک تصویر سامنے آجاتی ہے۔ اس میں گھر کے ملازمین ، وکیل صاحب ، صاحبزادگان لڑکیوں ، وکیل صاحب کے موکل ، ان کے رشتہ داروں ، مہمانوں اور سبحان کے ٹھیلے کے آس پاس سے گزرنے والوں کی شاندار عکاسی کیگئی ہے آپ اسے غور سے پڑھ کر جوابات تحریر کیجئے۔

ا۔ سبحان کو وکیل صاحب کے گھر کے جملہ حالات کا علم کیوں کر ہو گیا تھا ؟

______

______

______

______

ب۔ وکیل صاحب کے بڑے صاحبزادگان کے آنے کا مخصوص انداز کیا تھا ؟

______

______

______

______

ج۔ وکیل صاحب کے چھوٹے لڑکوں میں سے جب ایک بچہ کئی دن تک نہ آیا تو سبحان اس کی کمی کیوں محسوس کرتا تھا؟

______

د۔ وکیل صاحب کے لڑکوں کا سبحان سے طرزِ تخاطب، ان کے مزاج اور طبیعت کے کس پہلو کی ترجمانی کرتا ہے؟

ہ۔ ایک پرانی مثل ہے "پتھر اپنی جگہ بھاری ہوتا ہے" اس کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں لکھیے، اور بتلایئے کہ اس افسانے میں کہیں اس کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں نہیں؟

۴۔ جب دیہاتی عورتیں سبحان کے ٹھیلے کے پاس سے گزرتیں تو ان کے کس رویے سے سبحان کو تکلیف پہنچ جاتی تھی؟

۵۔ وکیل صاحب اپنے خاندان کے اعتبار سے کیسے تھے اور کیا تھے؟

۶۔ کہیں کہیں وکیل صاحب کے بچوں کے مکالمات سے جو سبحان کے سامنے ادا کئے گئے ہیں مصنف نے وکیل صاحب کی گھریلو ذہنیت کو بڑی خوبصورتی سے بے نقاب کر دیا ہے۔ آپ انہیں تلاش کر کے نقل کیجئے۔

۷۔ بڑی صاحبزادی کی شادی کے دن جوں جوں قریب آتے جاتے تھے، سبحان کو ہول ہونے لگا تھا۔ آخر کیوں؟

۸۔ 'ریاض' کا ذکر خاص طور پر کیوں آیا ہے؟ اس میں مصنف نے کس خاص پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے؟

۹۔ مندرجہ ذیل کے معنی لکھئے اور جملوں میں استعمال کیجئے:

علی الصباح

کوفت

صوم وصلوٰۃ

سان گمان

مستفسر

۱۰۔ مصنف جہاں پر یہ بتلاتا ہے کہ وکیل صاحب کی بڑی صاحبزادی کو سر سام ہوگیا ہے وہیں پر کچھ ایسا پُر اثر اور افسانوی ماحول پیدا کر دیتا ہے جس سے سمجھدار قاری کو راز کی بات کا بڑی خوبی سے علم ہو جاتا ہے۔ آپ سبق کے اس حصہ کو بار بار پڑھئے اور لکھ کر بتلائیے کہ مصنف ،سر سام کے پردے میں کیا کچھ بتلا گیا ہے ؟

۱۱۔ 'سایہ' کے مصنف غلام عبّاس کو ان کی ایک تصنیف پر آدم جی انعام مل چکا ہے ؟ آپ اس کتاب کا نام تحریر کیجئے ۔

۱۲۔ اس افسانے کا نام 'سایہ' کیوں رکھا گیا ہے ؟

۱۳۔ اردو کے افسانوی ادب پر ایک نوٹ لکھئے اور بتلائیے کہ آپ کو کون مصنف ، کون سی تخلیق اور کیوں پسند ہے ؟

۱۴۔ مندرجہ ذیل مصنفین کے نام کے سامنے نیچے لکھی ہوئی تصانیف میں سے جو جس کی ہو لکھ دیجئے۔

ڈپٹی نذیر احمد

خواجہ الطاف حسین حالی

مرزا فرحت اللہ بیگ

غلام عباس

منشی پریم چند

میر امن دہلوی

علامہ شبلی نعمانی

شوق قدوائی

نادر کوروی

مراۃ العروس ۔ گئودان ۔ حیات جاوید ۔ میدان عمل ۔ موازنۂ انیس و دبیر ۔ مثنوی عالم خیال ۔ جذبات نادر ۔ گنج خوبی ۔ بیوہ ۔ باغ و بہار ۔ آنندی ۔ الفاروق ۔ ابن الوقت ۔ رویائے صادقہ ۔ یادگار غالب ۔ المامون ۔ کربلا ۔ فسانۂ مبتلا ۔ توبتہ النصوح ۔ ایک نواب صاحب کی ڈائری ۔

۱۵۔ مندرجہ ذیل کے اصل نام تحریر کیجئے:

حالی ــــــــــ شوق قدوائی ــــــــــ

نادر کاکوروی ــــــــــ سرور جہان آبادی ــــــــــ

منشی پریم چند ــــــــــ میر امن ــــــــــ

۱۶۔ اردو کے پہلے ناول نگار کا نام لکھئے :

---

۱۷۔ اردو کے دو ایسے افسانہ نگاروں کے نام لکھئے جنہیں اردو کے پہلے افسانہ نگار ہونے کا شرف حاصل ہے؟

---

۱۸۔ اردو کے تین مزاح نگاروں کے نام تحریر کیجئے :

۱ ________ ۲ ________ ۳ ________

۱۹۔ اردو کے پہلے قومی شاعر کا نام لکھئے : ________

۲۰۔ مسدس مدوجزر اسلام کس کی تصنیف ہے ؟ ________

۲۱۔ "بصرے کی شہزادی کے مصنف کا نام بتلایئے اور یہ بھی بتلایئے کہ یہ سبق کس کتاب سے لیا گیا ہے ؟

---

---

۲۲۔ مرکب اضافی کی بابت آپ کو بتلایا جا چکا ہے اب ہم مرکب توصیفی کی بابت کچھ بتلائیں گے :

مرکب توصیفی : ایسے مرکب کو کہتے ہیں جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے ، جیسے :
میٹھا آم ۔ کھٹے انگور ۔ کالا دروازہ ۔ لال پتنگ ۔ پیلی کتاب ۔

صفت اور موصوف کی پہچان کا طریقہ : جب کسی اسم کے ساتھ کیسا ، کیسے اور کیسی کا سوال قائم کیا جائے اور اس سے کوئی چیز الگ ہو سکے تو یہ الگ ہونے والی شے موصوف اور اس کا جواب صفت ہوگی ۔ جیسے :
کیسے انگور ؟ کھٹے ، کیسا آم ؟ میٹھا ، کیسا دروازہ ؟ کالا
کیسی پتنگ ؟ لال ، کیسی کتاب ؟ پیلی ۔

صفت کی تذکیر و تانیث : وحدت و جمع موصوف کے مطابق اس کی تذکیر و تانیث بھی ہوگی لیکن اگر موصوف جمع مونث ہو تو اس کی صفت واحد مونث ہی ہوگی جیسے :

کالی بتی ۔ کالی بتیاں ۔ میلی دیوار ۔ میلی دیواریں ۔ شریف عورت ۔ شریف عورتیں ۔

اردو میں فارسی کے مرکب توصیفی بھی استعمال ہوتے ہیں ۔ مثلاً :
شجرِ سایہ دار ۔ گلدستۂ حسن ۔ میوۂ شیریں ۔
لیکن اردو نثر میں صفت موصوف سے پہلے ہی آتی ہے ۔

۲۳ ۔ مندرجہ ذیل سے صفت اور موصوف کو الگ کیجئے :

| | صفت | موصوف |
|---|---|---|
| مردِ جبری ۔ سبز ٹوپی | | |
| نیک لڑکا ۔ باکمال انسان | | |
| نادان دوست ۔ دانا دشمن | | |
| کڑاکے کا جاڑا ۔ شدّت کی گرمی | | |
| حسین موسم ۔ کالی راتیں | | |
| سُہانے دن ۔ چلچلاتی دوپہر | | |
| بُرا زمانہ ۔ شریر بیل | | |
| بھولی گائے ۔ لڑاکا سانڈ | | |
| بیوقوف گدھا ۔ کینہ ور اونٹ | | |
| سمجھدار ہاتھی ۔ | | |

۲۴ ۔ مندرجہ ذیل کو جمع موصوف میں تبدیل کیجئے :

نیلی چادر ________ خاکی میز ________
شریر لڑکی ________ میلا کوٹ ________
کالا بادل ________ سنہرا ورق ________
دُبلا آدمی ________ تندرست لڑکا ________

# مرزا عظیم بیگ چغتائی

پیدائش : ۱۹۰۲ء
وفات : ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء

مرزا عظیم بیگ چغتائی کا آبائی وطن آگرہ ہے۔ سن پیدائش (غالباً) ۱۹۰۲ء ہے۔ ۱۹۲۷ء میں علیگڈھ سے بی اے کیا اور پوری یونیورسٹی میں اقتصادیات میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ باپ کی جگہ تعلیم کے جملہ اخراجات اور ذمہ داریاں مخیر قوم ڈاکٹر حاجی نواب بہادر سر محمد مزمل اللہ خان صاحب مرحوم نواب بھیکم پور نے برداشت کیں۔ ۱۹۲۹ء میں علیگڈھ ہی سے ایل ایل بی کیا۔ ۱۹۳۰ء میں وکالت شروع کر دی۔ چند ماہ رامپور میں بھی کام کیا لیکن پھر جودھپور چلے گئے اور وہاں وکالت شروع کر دی۔ ۱۹۳۶ء کی ابتدا میں عدالت العالیہ (چیف کورٹ) جاورہ میں چیف جج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۳۳ء ہی میں دمہ کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے تھے ۱۹۳۶ء میں اس مرض نے شدت اختیار کر لی اور مجبوراً ملازمت چھوڑ دینی پڑی اس مرض نے انہیں لکھنے پڑھنے تک سے مجبور کر دیا اور اس مرض میں بالآخر ۱۹۴۱ء میں انتقال ہو گیا۔

مرزا عظیم بیگ چغتائی ایک معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کے والد خان بہادر مرزا قسیم بیگ چغتائی بی، اے (علیگ) علیگڈھ کے مشہور اولڈ بوائے اور مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر تھے۔ یو۔پی میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ پنشن کے بعد ریاست جودھپور میں جوڈیشل سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔

مرزا عظیم بیگ چغتائی کے نانا منشی امداد علی مرحوم اپنے زمانے کے مشہور ادیب اور ناول نگار تھے۔ رزم بزم' ان کا مشہور ترین ناول ہے۔ مرزا کے بڑے چچا، مرزا ابراہیم بیگ چغتائی انیسویں صدی کے عشر آخر کے، آگرہ کے مشہور نثر نگار تھے۔ مرزا الہیم بیگ چغتائی ان کے چچازاد بھائی بھی ادبی حلقہ کی معروف شخصیت ہیں اور شاعر کی حیثیت سے بڑی شہرت کے مالک رہے ہیں۔

مرزا عظیم بیگ چغتائی کو بچپن ہی سے کہانیاں سننے کا بیحد شوق تھا اور بہت جلد ان میں ردّو بدل کرکے یہ کہانیاں دوسرے بچوں کو سنا دیتے تھے طالب علمی ہی کے زمانے سے مضمون نویسی شروع کردی تھی۔ ان کا سب سے پہلا افسانہ "بھاگ گئی" ہے لیکن یہ افسانہ ۸ رفروری ۱۹۳۰ء کے ہفتہ وار ریاست دہلی میں "یتیم لڑکی" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد افسانے تیمارداری اور رنگروٹ کی بیوی وغیرہ لکھے۔ ان کے یہ افسانے چغتائی کے افسانے جلد اول میں شامل ہیں۔

چغتائی نے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۳ء تک اتنا کچھ لکھ ڈالا کہ اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ عظیم بیگ چغتائی اپنے افسانوں میں مزاح واقعات سے پیدا کرتے ہیں۔ وہ اپنے کرداروں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ کردار کی اذیتیں اور اس کے مصائب قاری کے لئے تفریح طبع اور مزاح کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ان کی نظر اپنے ماحول کی ایک ایک چیز پر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چغتائی کو اپنی مزاح نگاری کے لئے موضوع اور کردار کی تلاش اور جستجو نہیں کرنا پڑتی تھی ان کا مشاہدہ الفاظ کا استعمال اور منفرد اسلوب نگارش مل کر مزاح میں ایسی جان ڈال دیتے ہیں کہ قاری بے اختیار ہنسنے پر مجبور ہو جاتا ہے وہ اپنے کرداروں کے معائب، مصائب اور تکالیف پر ہنستے ہوئے ضرور نظر آتے ہیں لیکن اس سے ان کا یہ منشا ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کسی کردار کا محض مذاق اڑا رہے ہیں بلکہ وہ طنز و مزاح سے اس کردار کا علاج کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو یہ بتلاتے ہیں کہ جن باتوں پر وہ ہنسا رہے ہیں ایسے نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ایسا ہونے پر اس کا ہدف طنز و استہزا بن جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

چغتائی مرحوم اصلاحی مقصد رکھتے تھے لیکن یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے اپنے اس مقصد کو طنز و ظرافت اور مزاح سے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور غالبًا ان کا یہ طریقۂ علاج دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور کامیاب ہے۔

ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :

نادل اور ناولٹ :

خانم ۔ کمزوری ۔ شہزوری ۔ کولتار ۔ شریر بیوی ۔ چمکی ۔ فل بوٹ
لیفٹیننٹ مسٹر کرڈھلے ۔ کھرپا بہادر ۔ دیمپائر ۔ قدردان ۔ سوانح کی ردیس
چینی کی انگوٹھی ۔ ملفوظات ٹامی ۔ خطوط کی ستم ظریفی ۔ قرض مقراض محبت ۔

افسانوں کے مجموعے :

روح لطافت ۔ روح ظرافت ۔ تفویض ۔ چغتائی کے افسانے اول دوم

ڈرامہ :

مرزا جنگی

"یکہ" ان کے افسانوی مجموعے روح ظرافت سے لیا گیا ہے ۔

۱۔ عظیم بیگ چغتائی نے اس افسانہ میں کس کا مذاق اڑایا ہے ؟

۲۔ مندرجہ ذیل خانۂ "الف" کے سامنے خانۂ "ب" سے صحیح نام منتخب کرکے لکھدیجئے۔

| الف | ب |
|---|---|
| ۱ ــــــ اپنے افسانوں میں واقعات سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ | مرزا فرحت اللہ بیگ |
| ۲ ــــــ اپنے مضامین میں لفظوں سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ | پطرس بخاری |
| ۳ ــــــ کے مضامین میں مخصوص کردار مزاح کا رنگ پیدا کردیتے ہیں۔ | مرزا عظیم بیگ چغتائی |

۳۔ "نواب صاحب نے غرور اور تمکنت کے لہجہ میں فرمایا "بڑی ذلیل اور واہیات سواری ہے۔ ہمارے عالی خاندان کا کوئی فرد کبھی یکّے پر نہیں بیٹھا" اس مکالمہ کی ادائیگی کے بعد ہی نواب صاحب کو اپنی بیگم صاحبہ سمیت حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یکّہ پر بیٹھنا پڑا۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ مندرجہ ذیل میں سے کون سا ٹکڑا ان پر صادق آتا ہے۔

۱۔ غرور کا سر نیچا
۲۔ قسمت کی بدنصیبی تو صیاد کیا کرے۔
۳۔ اس میں کچھ شائبہ خوبیٔ تقدیر بھی تھا۔

۴۔ 'یکہ' بہت کم لڑکوں نے دیکھا ہوگا۔ اس مضمون کا صحیح لطف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو یکہ کی سواری سے واقف ہیں۔ اس افسانے کو خوب غور سے پڑھیے اور اونٹ کی سواری پر ایک مزاحیہ مضمون لکھئے۔

۵۔ اس افسانے میں کچھ سائنسی اصطلاحات جگہ جگہ استعمال ہوئی ہیں جیسے "پوئٹری آف موشن (نظم الحرکات)۔ اس قسم کی جتنی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں انہیں نیچے ایک جگہ جمع کردیجئے۔

۶۔ مندرجہ ذیل ٹکڑوں کی تشریح کیجیے :۔

"یکّہ کی چھتری ظاہر ہے کہ اگر کچھ پناہ دھوپ سے دیتی ہے تو وہ بھی ٹھیک بارہ بجے اور بارہ بجنے میں ابھی کچھ دیر تھی۔

نواب صاحب نے عجیب ہی حرکت کی۔ یا تو وہ گڑ گڑا کر پھاندے سے تھے ورنہ پھر یکہ کی چھتری پر چڑھنے کی کوشش ضرور ہی کی تھی۔ کچھ ہو وہ چھپکلی کی طرح پٹ سے پہیہ کے برابر دھول میں گرے اور اس برجستگی کے ساتھ اٹھے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔

"پکّی سڑک پکّی سڑک" یہ نعرہ ہم لوگوں نے پکّی سڑک کو دور ہی سے دیکھ کر اس طرح بلند کیا جس طرح کرسٹوفر کولمبس کے ساتھیوں نے زمین کو دیکھ کر "زمین" "زمین" کا غلغلہ بلند کیا تھا۔

بہت جلد ایک دوسرے کی خیریت اور مزاج پُرسی سے فراغت پائی یکہ والے نے یکہ کے ساز کی گانٹھا گونٹھی اور باندھا بوندھی کی مگر کچھ ٹھیک نہ بندھا تو نواب صاحب سے اس نے کہا "آپ کے پاس

کوئی ریتی کا ٹکڑا تو نہیں ہوگا ؟"
نواب صاحب نے اس کا جواب دیا "اُلّو کے پٹھے ___ ام ___ بہم ___
(بنا رہے تھے) ہمیں نے ڈانٹ کر کہا " ابے تو بالکل ہی گدھا ہے۔"

۷۔ مندرجہ ذیل کے معنی جو درست ہوں خالی جگہ پر لکھ دیجئے :

آگ بگولا ہوگیا ___ آگ کی طرح سرخ ہوگیا۔ آگ کا شعلہ بن گیا۔ غضب ناک ہوگیا۔

غریب خانہ ___ غریب کے رہنے کا مکان۔ رہائش گاہ۔ مفلس کا گھر۔

جہاں پناہ ___ دنیا کی حفاظت۔ پناہ لینے کی جگہ۔ بادشاہ کا اعزازی لقب۔

تن آسان ___ جسم کا آرام۔ جسم کا سکون۔ آرام طلب۔

رام کہانی ___ رام چندر کی داستان۔ رام جی کی حکایت۔ رُوداد۔

عالمِ اسباب ___ سامان رکھنے کی دنیا۔ اسباب کا مقام۔ دُنیا۔

زیرو زبر کر دینا ________ اوپر نیچے کر دینا۔ توڑ پھوڑ دینا۔ تباہ و برباد کر دینا۔

سلاح جنگ ________ جنگی مشورہ : جنگی ہتھیار۔ جنگ کا ایک ہتھیار

چراغ گُل ہوگیا ________ چراغ پھول بن گیا۔ چراغ بجھ گیا۔ چراغ غائب ہوگیا۔

باغ باغ ہوگیا ________ کئی باغ پیدا ہو گئے۔ باغ ہی میں باغ نمودار ہو گئے۔ خوش ہوگیا۔

۸۔ مندرجہ ذیل کی جمع لکھئے :۔

شجرہ ________ حجرہ ________ اُمّ ________ آیت ________

حشرہ ________ حسنہ ________ خاصیت ________ رقعہ ________

قصبہ ________ واقعہ ________ غزل ________ مائع ________

سفر ________ دین ________ بیت ________ شعر ________

ذکر ________ ذہن ________ باپ ________ الم ________

۹۔ مرکب کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں ؟

________

۱۰۔ مرکب تام اور مرکب ناقص کی تعریفیں لکھئے :

مرکب تام ________

________

مرکب ناقص ________

________

۱۱۔ مندرجہ ذیل مرکب کی کن قسموں سے تعلق رکھتے ہیں ؟

ٹھنڈی برف ________ گرم چائے ________ تیس پارے ________

پانچ مسافر ——— عدنان کی بہن کا خط ———

۱۲۔ پچھلے صفحات میں آپ مرکب اضافی اور مرکب توصیفی کی بابت پڑھ چکے ہیں۔ اب ہم آپ کو مرکب عددی اور مرکب عطفی کی بابت بتائیں گے۔

مرکب عددی: یہ 'عدد' اور 'معدود' سے مل کر بنتا ہے۔

'عدد': اُس اسم کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے اسم کی تعداد کو ظاہر کرے' اور

'معدود': اُس اسم کو کہتے ہیں جس کی تعداد بیان کی گئی ہو۔

مَثلاً: پندرہ۔ بیس۔ پچیس۔ سات۔ آٹھ۔ یہ سارے عدد ہیں، اور

(بارہ) مہینے (سات) دن (دس) سپاہی (آٹھ) بسیں، ان میں خط کشیدہ الفاظ معدود ہیں۔ مرکب عددی میں پہلا جزء 'عدد' ہوتا ہے اور دوسرا جزء 'معدود'

لہذا، مرکب عددی، اس مرکب ناقص کو کہتے ہیں جو عدد اور معدود کی ترکیب سے بنا ہو جیسے بیس طالب علم، پانچ طالبہ، پچاس بندوقیں، تیس پارے، دو ہاتھ۔

مرکب عطفی: یہ معطوف علیہ حرف عطف اور معطوف سے مل کر بنتا ہے،

معطوف علیہ: اس اسم کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ایک اور اسم حرف عطف لگا کر بنایا جائے جیسے انسان اور حیوان، جوانی اور بڑھاپا، کوہ و بیاباں، عروج اور زوال، بلندی و پستی، جن و انس، ان میں کشیدہ الفاظ معطوف علیہ ہیں اور دو اسموں کے درمیان لگے ہوئے حرف 'اور' اور 'و' حرف عطف ہیں اور ان کا تیسرا جزء و معطوف ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ مرکب عطفی اس مرکب ناقص کو کہتے ہیں جو معطوف علیہ اور حرف عطف اور معطوف سے مل کر بنا ہو، یعنی مرکب عطفی کے تین اجزا ہوتے ہیں، پہلا جزء معطوف علیہ، دوسرا جزء حرف عطف اور تیسرا جزء معطوف کہلاتا ہے۔

۱۳۔ مرکب عددی اور مرکب عطفی کی تعریف اپنی زبان میں تحریر کیجیے اور ان کی کم از کم آٹھ آٹھ مثالیں دیجیے۔

تعریف مرکب عددی ________________________________

________________________________________________

________________________________________________

________________________________________________

## مرزا فرحت اللہ بیگ

# نانی چندو

پیدائش ۱۸۸۶ء
وفات ۱۹۴۸ء

دہلی میں پیدا ہوئے، دادا بدخشاں سے آئے تھے اور اکبر شاہ ثانی کی طرف سے گورنر جنرل کے دربار میں مختارکل کی حیثیت سے متعین تھے۔

فرحت اللہ بیگ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول دہلی سے حاصل کی پھر سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے بی اے کر کے حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہیں اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اوّل اوّل سررشتۂ تعلیمات میں کام کرتے رہے۔ پھر سررشتۂ عدالت سے وابستہ ہو گئے اور سشن ججی کے عہدے تک پہنچے۔ آخر میں اسسٹنٹ ہوم سکریٹری ہو گئے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق کی خواہش پر مضمون لکھنا شروع کئے۔ ان کا پہلا مضمون نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی، بابائے اردو ہی کی خواہش پر لکھا گیا تھا۔ دوسرا مضمون دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ تھا جس کو خواجہ حسن نظامی نے " دہلی کی آخری شمع "کے نام سے شائع کیا تھا۔

انعام اللہ خاں یقین دہلوی کے دیوان کی تصحیح اور ترتیب کا کام کیا اور اس پر ایک شاندار مقدمہ لکھا جسے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد نے شائع کیا تھا۔ دیوان نظیر اکبرآبادی کا مقدمہ لکھا جسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے مضامین کے تقریباً چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ مرزا الم نشرح کے نام سے بھی مضامین لکھے ہیں۔ مرزا صاحب کی علمی اور ادبی رنگ کی شوخی امتیازی حیثیت کی حامل ہے جس نے انہیں دوسرے مزاح نگاروں میں ایک نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ دلّی کی ٹکسالی زبان لکھنے میں جو قدرت انہیں حاصل تھی۔ دوسرے کم ہی اس پلائے

کے نکلیں گے۔ ثقیل سے ثقیل خیالات تک کو اس سنجیدگی اور متانت سے ادا کر جاتے ہیں کہ اس کی روح میں مزاح کی ہلکی ہلکی لہریں رواں دواں محسوس ہوتی ہیں۔ طبیعت کی شگفتگی اور مزاح کی شوخی سے اکثر و بیشتر ایسے ایسے گُل کھلا دیے ہیں کہ سننے یا پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

پھول والوں کی سیر۔ آخری وصیت۔ نئی اور پرانی تہذیب کی ٹکر۔ دادا جان کا پارلیمنٹ میں جانا اور ایک نواب صاحب کی ڈائری، ان کے وہ شاہکار مضامین ہیں جو ہمیشہ دلچسپی سے پڑھے جاتے رہیں گے۔

مرزا فرحت اللہ بیگ کا ۱۹۴۸ء میں انتقال ہوگیا اور انہوں نے مزاح نگاری کے جس اسلوب کو نبھایا تھا وہ انہی کے ساتھ ختم ہوگیا۔

۱۔ نانی چندو کا پورا نام کیا تھا؟

۲۔ ان کی کسی خاص بات یا عادت کا ذکر کیجئے اور کوشش کیجئے کہ اس میں مزاح برقرار رہے۔

۳۔ بوڑھے آدمی سے لوگوں کی دلچسپی کیوں ختم ہو جاتی ہے؟

۴۔ ایک بوڑھے اور بچے میں کون کونسی عادتیں اور باتیں ملتی جلتی پائی جاتی ہیں ؟ دونوں کا موازنہ کیجئے :

۵۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے ایک جگہ ہمیں یہ بتلایا ہے کہ دنیا کا ہر انسان ندیدہ ہوتا ہے ، اور اس عقیدے کو جانچنے کے چند طریقے بھی بتلائے ہیں ۔ آپ اس کو اپنے سبق سے نقل کیجئے ۔

۶۔ " اللہ میاں نے تمہارے لے جانے کو فرشتے بھیجے ہیں ؟ اس کی تشریح کیجئے اور بتلایئے کہ اس فرشتے کا نام کیا ہو سکتا ہے ؟

۷۔ مندرجہ ذیل پیراگراف کو غور سے پڑھئے اور بتلایئے کہ مصنف نے جو کچھ اس میں کہا ہے وہ سنجیدگی سے کہا ہے یا اس کا کوئی اور پہلو بھی ہو سکتا ہے ، اس کی وضاحت کیجئے اور یہ بھی بتلایئے کہ یہ مصنف کی اپنی رائے ہے یا نانی پسند کی ۔

" مگر پہلے کی کچھ نہ پوچھو کہ یہ کیا تھیں ۔ شکل خدا نے وہ دی تھی کہ انسان دیکھے اور غش غش کرے

آنکھوں میں وہ جادو بھرا تھا کہ جس کو نظر بھر کے دیکھ لیا وہ ان کا کلمہ پڑھنے لگا۔ گلا اس غضب کا پایا تھا کہ جس نے سنا وہ محو ہو گیا۔ علم موسیقی میں ایسا دخل تھا کہ تان سین خاں کان پکڑتے تھے بادشاہ سلامت نے بھی کئی دفعہ کوشش کی کہ یہ قلعے میں آ کر کچھ سنا جائیں مگر ان کا وہ دماغ تھا کہ صاف انکار کر دیا۔ خدا معلوم، صحیح ہے یا غلط مگر سنتے تو یہ ہیں کہ بھیس بدل کر خود بادشاہ سلامت ان کا گانا سننے آیا کرتے تھے۔"

۸۔ مندرجہ ذیل ٹکڑوں کی تشریح کیجئے:

ا۔ میں تو یہ کہہ کر باہر نکل آیا اور ان کی جو زبان چلی تو پھر اس وقت جا کر رکی جب کھانا سامنے آیا اور پلاؤ کی خوشبو ناک میں پہنچی۔

ب۔ گھر والے دوسروں کے مرنے پر روتے ہیں اور ان کے جینے پر روتے ہیں۔

ج۔ "نانی چندو نے لیکچر دینا شروع کیا۔ لاحول ولا قوۃ، میری بھی کیا بری قسمت ہے جو اس گھر میں آ کر پڑی ہوں۔ وہ کیا مرے میری مٹی پلید ہو گئی۔"

۹۔ مندرجہ ذیل ٹکڑوں میں غلطیاں موجود ہیں، انہیں درست کیجئے۔

۱۔ پہلے چاندنی خانم تھیں، پھر ماہ افروز ہوئیں اور اب صرف نانی چندو رہ گئیں۔

۲۔ انہوں نے بُرا بھلا کہنے کی جو قطار لگائی تو جب چیختے چیختے کلیجہ ہی خشک ہوگیا اس وقت کہیں جاکر چپکی ہوئیں۔

۳۔ "خدا کی قدرت نظر آتی ہے کہ جس عورت کا دسترخوان کبھی فقیروں اور غریبوں کا سا دسترخوان ہو، جس کو عقبیٰ و آخرت کی نعمت میسّر رہ چکی ہو جس کی تمام عمر بُری بُری نعمتیں کھاکر گزری ہو وہ اپنی آخری عمر میں ایسی نذیدی ہو جائے کہ گھر میں کسی چیز کا آنا مشکل ہو۔"

۱۰۔ اردو کے تین مزاح نگار مصنّفین کے نام لکھئے:

۱۱۔ مندرجہ ذیل حضرات کے بارے میں یہ الگ الگ لکھ کر بتلایئے کہ ان میں سے کون نثر نگار رہے اور کون شاعر ہے۔

| | نثر نگار | شاعر |
| --- | --- | --- |
| مولانا محمد حسین | ______ | ______ |
| مرزا فرحت اللہ بیگ | ______ | ______ |
| ڈپٹی نذیر احمد | ______ | ______ |
| مرزا اسد اللہ خاں غالب | ______ | ______ |
| خواجہ الطاف حسین حالی | ______ | ______ |

۱۲۔ مندرجہ ذیل کا تعلق کس شہر سے تھا؟ خالی جگہ میں شہر کا نام لکھ دیجئے

| | | | |
| --- | --- | --- | --- |
| میر انیس | ______ | غالب | ______ |
| منشی پریم چند | ______ | مرزا عظیم بیگ چغتائی | ______ |
| ڈپٹی نذیر احمد | ______ | نادر | ______ |
| شوق قدوائی | ______ | شبیر حسن خاں جوش | ______ |

۱۳۔ مرکب ناقص کی بقیہ اقسام پر کچھ بتلانے سے پہلے ضروری ہے کہ مرکب اضافی میں استعمال ہونے والی اضافتوں کے بارے میں بتلا دیا جائے اس کی دس قسمیں ہیں:

اضافت تملیکی ۔ اضافت ظرفی ۔ اضافت تخصیصی ۔ اضافت توضیحی ۔
اضافت بیانی ۔ اضافت تشبیہی ۔ اضافت استعارہ ۔ اضافت ابنی
اضافت بہ ادنیٰ تعلق ۔ اضافت توصیفی ۔

اضافت تملیکی: اس میں مملوک کی اضافت مالک کی طرف یا مالک کی اضافت مملوک کی طرف ہوتی ہے۔ تملیک کا مطلب ہے ملکیت میں آئی ہوئی۔ جیسے ارشد کی کار۔ راشد کی کتاب۔ نجمہ کی گھڑی۔ نسیمہ کی عینک۔

اضافت ظرفی : اس میں ظرف اور مظروف کے درمیان اضافت پائی جاتی ہے۔ جیسے:
گھر کا کتا۔ اصطبل کا گھوڑا۔ الماری کی کتاب۔

اضافت تخصیصی : اس میں مضاف اپنے مضاف الیہ کے سبب خاص ہو جاتا ہے جیسے:
آپ کا بیٹا۔ پہاڑی بکرا۔ سیالکوٹ کے کھلونے۔

اضافت توضیحی : اس میں مضاف الیہ مضاف کی توضیح کرتا ہے۔ جیسے کہانیوں کی کتاب۔
لکڑی کی میز۔ پلاسٹک کی گیند۔

اضافت توضیحی اور اضافت تخصیصی میں فرق یہ ہے کہ اضافت توضیحی کے مضاف الیہ اور مضاف کو بطور مبتدا اور خبر استعمال کر کے جملہ کو بامعنی بنایا جا سکتا ہے جیسے یہ کہانیوں کی کتاب ہے یہ لکڑی کی میز ہے۔ یہ پلاسٹک کی گیند ہے۔ لیکن اضافت تخصیصی میں ایسا نہیں کیا جا سکتا۔

۱۴۔ آپ چھ چھ مثالیں دے کر چاروں اضافتوں کی وضاحت کیجیے۔

| | | |
|---|---|---|
| اضافت تملیکی ______ | ______ | ______ |
| ______ | ______ | ______ |
| اضافت ظرفی ______ | ______ | ______ |
| ______ | ______ | ______ |
| اضافت تخصیصی ______ | ______ | ______ |
| ______ | ______ | ______ |
| اضافت توضیحی ______ | ______ | ______ |
| ______ | ______ | ______ |

# مسدّس

اشعار کی تعداد، وزن قافیہ اور مضمون کے لحاظ سے نظم کی مندرجہ ذیل اقسام بہت مشہور رہیں :-

۱- غزل -۲- قصیدہ -۳- مثنوی -۴- قطعہ -۵- رباعی -۶- مسمّط -۷- مستزاد -۸- ترکیب بند و ترجیع بند اور -۹- فرد -

یہاں پر ہم صرف مسدّس کی بابت کچھ بتائیں گے - عربی میں ایک لفظ ہے مُسَمّط جس کے معنی ہیں پروئی ہوئی چیز - یہ عربی کے تمسیط سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پرونا - مسمّط میں چند مصرعے ایک وزن اور ایک ہی قافیہ میں ادا کئے جاتے ہیں - اس التزام کو وزن اور قافیہ کی پابندی کے ساتھ کئی بندوں میں برقرار رکھا جائے تو اس قسم کے بندوں کی تنظیم سے جو نظم تیار ہو گی اسے نظم کی اصناف میں مسمّط کہا جائیگا - ہر بند میں مصرعوں کی تعداد کے لحاظ سے مسمّط کی آٹھ قسمیں کی گئی ہیں -

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | مثلث | (ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں) |
| ۲ | مربع | ( 〃 چار 〃 〃 〃 ) |
| ۳ | مخمس | ( 〃 پانچ 〃 〃 〃 ) |
| ۴ | مسدس | ( 〃 چھ 〃 〃 〃 ) |
| ۵ | مسبع | ( 〃 سات 〃 〃 〃 ) |
| ۶ | مثمن | ( 〃 آٹھ 〃 〃 〃 ) |
| ۷ | متسع | ( 〃 نو 〃 〃 〃 ) |
| ۸ | معشر | ( 〃 دس 〃 〃 〃 ) |

مسدس میں چھ مصرعے ہوتے ہیں اور ان چھ مصرعوں سے ایک بند بنتا ہے - اسی طرح بہت سے بندوں پر مسلسل نظم کئے ہوئے اشعار

مسدس کہلاتے ہیں۔ مسدس کے معنی ہی چھ پہلو والی کے ہیں۔ شعراء نے مسدس کو واسوخت، مراثی اور سلام کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ میر انیسؔ سے پہلے میر ضمیرؔ نے پہلے پہل مراثی اور سلام کے لئے مسدس کو اختیار کیا تھا۔ میر ضمیر کے بعد مسدس کو مراثی اور سلام کے لئے گویا مخصوص کر دیا گیا۔ میر انیسؔ اور میرزا دبیرؔ نے مسدس کو اپنے مراثی میں بے تحاشہ استعمال کر کے نظم کی اس صنف کو گویا اس کے لئے مخصوص کر دیا۔ میر انیس کے شامل نصاب انتخاب کے مطالعہ سے ان کی قادر الکلامی کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ میر انیس کو زبان و بیان اور موقع و محل کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب اور استعمال پر جو قدرت حاصل ہے اس کی اردو شاعری میں کمتر مثالیں ملیں گی۔ ان کے پاس الفاظ کا اتنا ذخیرہ تھا جو نظیرؔ اکبر آبادی اور جوشؔ ملیح آبادی کے علاوہ کسی اور اردو شاعر کے یہاں نہیں ملے گا۔ فصاحت اور بلاغت کے معیاری نمونے میر انیسؔ کے کلام میں بکثرت بھرے ہوئے ہیں۔

جب سر سید احمد خاں نے مولانا حالی کو ایک ایسی نظم لکھنے کی تلقین کی، جس میں اسلام کے عروج و زوال کی حالت نہایت اثر انگیز پیرائے میں بیان کی گئی ہو تو حالی نے اس نظم کے لئے مسدس ہی کا انتخاب کیا بقول سید سلیمان ندوی :۔

"مسدس کا ایک ایک بند گویا کتاب کا ایک ایک مختصر باب یا تحریر کا ایک ایک پیراگراف ہوتا ہے جس میں ایک ایک واقعہ الگ الگ ادا ہو جاتا ہے۔ نظم کی رفتار پہلے مصرعے میں تمہید دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرعوں میں واقعہ کی تفصیل اور پانچویں اور چھٹے میں نتیجہ کی تاثیر بنتی چلی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کہاں سے چیز شروع ہوئی کہاں تک اوپر چڑھی اور کہاں سے نیچے اتر رہی ہے۔"

سادگی اور بے تکلفی کے باوجود مسدس کی نظم میں ایسی سلاست

روانی اور برجستگی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاف شفاف نہر کسی ہموار ترائی میں آہستگی سے بہتی چلی جارہی ہے۔ نہ کہیں رکاوٹ ہے نہ لفظ میں گرانی ہے نہ قافیہ کی تنگی ہے۔ زبان میں گھلاوٹ، بیان میں حلاوت لفظوں میں فصاحت اور ترکیبوں میں لطافت ہے۔ ہماری زبان میں سہل ممتنع کی یہ بہترین مثال ہے۔"

اسی مسدّس "مدوجزر اسلام" کے بارے میں سرسید احمد خاں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

" اگر اس مسدس کی بدولت فن شاعری کی تاریخ جدید قرار دی جائے تو بالکل بجا ہے، کس صفائی اور خوبی اور روانی سے یہ نظم تحریر ہوئی ہے بیان سے باہر ہے تعجب ہوتا ہے کہ ایک ایسا واقعی مضمون جو مبالغہ، جھوٹ، تشبیہات دور از کار سے جو مایۂ ناز شعر و شاعری ہے بالکل مبرا ہے ـــــ میں اس کا محرک ہوا اور اس کو اپنے اُن اعمال حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھے گا کہ تو کیا لایا؟ میں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں "

اس مسدس نے قوم میں بیداری، احساس زیاں اور اس کا ملال پیدا کر دیا اور اس کے ذریعہ قوم کو اپنے مہلک مرض کی تشخیص اور اس کے علاج کا علم ہوا۔ اس مسدس نے وہ شہرت حاصل کی ہے کہ اس کے اب تک لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور برابر چھپتے جارہے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنی مشہور زمانہ نظم شکوہ اور جواب شکوہ کے لئے بھی مسدس ہی کو اختیار کیا۔ یہ ان کی مشہور ترین نظم ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ نہایت دشوار اور نازک سی چیز تھی۔ لیکن شاعر نے اسے جس خوبی اور عمدگی سے ادا کیا ہے اس کا جواب نہیں۔ اس میں بھی مسلمانوں کے زوال اور نکبت و ادبار کے اسباب نہایت دل نشیں اور موثر اسلوب میں بیان کئے گئے ہیں۔ خدا سے شکوہ اور خدا کی طرف سے شکایات کا مدلل جواب کچھ

ایسے پیرائے میں نظم کئے گئے ہیں کہ مایوس اور حرماں نصیب ملت اسلامیہ
میں پشیمانی کے احساس کے ساتھ ہی علاج کی فکر لگ جاتی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ
اقبال کی اثر انگیز اور مقبول ترین نظم ہے۔ یہ ان کے اردو کے پہلے مجموعۂ کلام
بانگ درا سے لی گئی ہے لیکن بعض ناشرین نے اسے علیحدہ بھی چھاپ دیا ہے۔

سرور جہاں آبادی جدید نظم گو شعراء میں بلند مقام کے مالک ہیں۔
انہوں نے مناظر قدرت اور مظاہر فطرت کے بیان کے لئے مسدّس ہی کو پسند کیا ہے،
نسیم سحر اور بیر بہوٹی ان کی بہترین نظمیں ہیں۔ انہوں نے ان میں جو کچھ کہا ہے اس
میں اپنے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ لطیف اور اعلیٰ احساسات کو نہایت
دل نشیں اور پیارے انداز میں نظم کر دیا ہے۔ سرور کی شاعری اس بات
کی روشن مثال ہے کہ اردو کی ہندوؤں نے بھی ناقابل فراموش خدمات
انجام دی ہیں۔

# میر انیس

پیدائش ۱۸۰۲ء
وفات ۱۸۷۴ء

پورا نام میر ببر علی اور تخلص انیس تھا۔ ۱۸۰۲ء میں فیض آباد (اودھ) میں پیدا ہوئے باپ کا نام میر مستحسن خلیق، دادا کا نام میر حسن (مصنف سحر البیان) اور پردادا کا نام میر ضاحک تھا۔ یہ سب اپنے دور کے مشہور شاعر تھے اور ان کے دادا میر حسن کو تو اردو مثنوی گو شعرا میں نہایت ممتاز مقام حاصل ہے۔

جوانی میں اپنے والد میر خلیق کے ساتھ لکھنؤ آگئے اور مستقلاً یہیں سکونت اختیار کرلی۔

ابتدائی تعلیم مولوی حیدر علی سے حاصل کی منطق اور فلسفہ کے چند اسباق مفتی میر عباس سے پڑھے لیکن درسیات مروجہ کی تکمیل نہ کرسکے۔ ابتدائے شباب ہی میں شعر و شاعری اور فنون سپہ گری کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ورزش، ہتھیاروں کے استعمال اور گھوڑ سواری میں خاص مہارت بہم پہنچائی۔ فنون سپہ گری میر کاظم علی اور ان کے بیٹے میر امیر علی سے حاصل کئے تھے۔ فن سپہ گری سے واقفیت ہونے کے سبب مرثیہ گوئی میں جنگی منظر کشی میں حقیقی رنگ پیدا کر دیا ہے۔

میر انیس نے لکھنؤ کی تباہی کے بعد پہلی مرتبہ ۱۸۵۹ء میں اور پھر ایک سال بعد ۱۸۶۰ء میں نواب قاسم علی خاں کی خواہش اور اصرار پر پٹنہ (عظیم آباد) گئے، اس کے بعد ۱۸۷۱ء میں مولوی سید شریف حسین خاں کی تحریک اور نواب تہور جنگ بہادر کے بے حد اصرار پر حیدر آباد دکن گئے۔ نواب تہوار جنگ بہادر نے اپنی قدردانی اور مداحی کا اس طرح ثبوت دیا کہ میر صاحب کی جوتیاں اٹھا کر ان کی پالکی تک لے گئے اور اسے اپنے لئے فخر و ناز کی بات تصور کرتے رہے۔

لکھنؤ پہنچنے پر ان کے والد میر خلیق استاد ناسخ کے پاس بھی لے گئے تھے۔ اس وقت تک میر انیس حزیں تخلص کرتے تھے لیکن ناسخ نے کہا کہ تخلص بدل دو چنانچہ انھوں نے حزیں کی جگہ انیس تخلص اختیار کیا۔ میر صاحب پیدائشی شاعر تھے اور شعری ذوق

انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ کم سنی ہی سے مرثیے کہنا شروع کر دیئے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں کی مشق میں اسے درجۂ کمال کو پہنچا دیا۔

انہوں نے ہزار ہا مرثیے، سلام، قطعات اور رباعیات لکھیں، کہتے ہیں کہ تقریباً ڈھائی لاکھ شعر کہے تھے ان میں غزلیں بھی شامل تھیں لیکن ان کا سارا کلام شائع نہیں ہو سکا ان کے کلام کی صرف چھ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

میر انیس کا مرثیہ پڑھنے کا انداز بھی منفرد تھا۔ وہ تنہائی میں آئینہ کو سامنے رکھ کر پڑھنے کی باقاعدہ مشق کرتے تھے۔ پڑھتے وقت پیشانی، ابرو، گردن، سر اور دست و پا کی حرکات اور اشارات سے اپنے بیان کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔

پچاس سال سے زیادہ مرثیہ گوئی کی۔ جذبات نگاری، حق ادا، منظر کشی، بلاغت اور محاکات کی اگر صحیح اور سچی تصادیر دیکھنا ہوں تو وہ میر انیس کے کلام میں ملیں گی۔ ذاتی جذبات، خوشی و غم، غصہ اور محبت، رشک و حسد، بیم و رجا کو ایسی استادی سے بیان کیا ہے، کہ پڑھ کر دل وجد کرنے لگتا ہے۔ ان کا کلام اتنا ہموار ہے کہ اردو کے دوسرے شعرا کی طرح اس میں رطب و یابس نہ ملے گا۔

ادب اردو میں میر انیس کو ایک خاص مرتبہ حاصل ہے اور انہیں اولین صف میں جگہ حاصل ہے۔ انہیں اردو کا شکسپیر اور نظم اردو کا والمیک اور ہومر خیال کیا جاتا ہے، ان کی زبان مستند اور اغلاط سے پاک ہے، جو لفظ جہاں بٹھا دیا ہے نگینہ کی طرح جڑ دیا ہے۔

میر انیس کا بخار کے عارضہ میں دسمبر ۱۸۷۴ء میں انتقال ہو گیا۔

۶۔ علامہ اقبال کی نظم 'شکوہ اور جواب شکوہ' شاعری کی کس صنف میں ہے؟

۷۔ نیچے شعراء کے ناموں کے سامنے سنِ پیدائش اور وفات میں غلطیاں ہیں، انہیں خالی جگہ میں درست کر کے لکھ دیجئے:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| علامہ اقبال | سن پیدائش | ۱۸۴۷ء | وفات | ۱۹۸۳ء |
| حالی | " | ۱۸۷۳ء | " | ۱۹۴۱ء |
| علامہ شبلی نعمانی | " | ۱۸۷۵ء | " | ۱۹۴۱ء |
| مولوی اسمٰعیل میرٹھی | " | ۱۸۴۰ء | " | ۱۹۷۱ء |

۸۔ مندرجہ ذیل کے معنی لکھئے اور اعراب لگائیے:

| | |
|---|---|
| کہانت ______ | دھن ______ |
| تفاوت ______ | الوالعزم ______ |
| نصرانی ______ | براعظم ______ |
| فلاحت ______ | دُرِ مکنوں ______ |
| کنوندھی ______ | شش جہت ______ |

۹۔ مندرجہ ذیل شعراء کے تخلص لکھئے:

| | |
|---|---|
| شبیر حسن خاں ______ | خواجہ الطاف حسین ______ |
| مرزا اسداللہ خاں ______ | درگا سہائے ______ |
| علامہ شبلی نعمانی ______ | علامہ اقبال ______ |
| میر ببر علی ______ | سیّد محمد ______ |

احمد علی ـــــــــــــ ولی محمد ـــــــــــــ

۱۰ - پچھلے اسباق میں مرکب ناقص کی چار قسموں کے بارے میں بتلایا جاچکا ہے۔ اب ہم اس کی مزید چار قسموں کے بارے میں بتلائیں گے وہ چار قسمیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ مرکب امتزاجی ۲۔ حال ذوالحال

۳۔ تابع مہمل ومتبوع ۴۔ تابع موضوع ومتبوع

مرکب امتزاجی : وہ مرکب جو دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے نام سے مل کر بنیں اور وہ اس طرح ایک ہوجائیں کہ ان کی جدا جدا حیثیت ختم ہوجائے، مرکب امتزاجی کہلاتے ہیں جیسے :

الہ آباد۔ حمیداحمد۔ رسول نگر۔ واحد علی۔ محمّدعدنان۔ حیدر آباد۔

حال ذوالحال ؛ حال : وہ اسم ہے جو کسی اسم کی حالت اور ہیئت کو ظاہر کرے۔

ذوالحال : وہ اسم ہے جس کی حالت اور ہیئت ظاہر کی جائے۔

جیسے : حامد گاتا ہوا آیا۔ محمود روتا ہوا گیا۔ کمال ہنستا ہوا جارہا ہے۔

ان میں گاتا ہوا۔ روتا ہوا اور ہنستا ہوا حامد۔ محمود اور کمال کی حالت اور ہیئت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ اسم حال ہیں اور گاتا ہوا۔ روتا ہوا اور ہنستا ہوا سے حامد، محمود اور کمال کی حالت ظاہر کی گئی ہے اس لئے یہ ذوالحال ہیں۔

حال، ذوالحال کے مذکر یا مونث کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے لڑکی گاتی ہوئی گئی۔ بچی کھاتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ نیلوفر روتی ہوئی چلی گئی۔

تابع مہمل ومتبوع : اس مرکب کو کہتے ہیں جس میں ایک بامعنی لفظ کے بعد محاورے کے مطابق ایک مہمل لفظ استعمال کیا جائے، جیسے

جھوٹ موٹ۔ بھیڑ بھاڑ۔ چھیڑ چھاڑ۔ دھوم دھام۔ ان میں جھوٹ۔ بھیڑ۔ چھیڑ اور دھوم متبوع ہیں اور موٹ۔ بھاڑ۔ چھاڑ اور دھام تابع مہمل ہیں۔

بعض اوقات تابع مہمل متبوع سے پہلے آتا ہے جیسے اِردگرد۔ آمنے سامنے۔

تابع موضوع ومتبوع : ایسے مرکب کو کہتے ہیں جس میں ایک بامعنی لفظ کے بعد محاورہ کے مطابق دوسرا

بامعنی لفظ استعمال کیا جائے جیسے رونا دھونا۔ چال ڈھال۔ ان میں رونا اور چال مبتوع ہیں

۱۰۔ مرکب امتزاجی کو مثال دیکر سمجھایئے اور چھ ایسے اسم لکھئے جو مرکب امتزاجی کی تعریف میں آتے ہوں۔

۱۱۔ حال اور ذوالحال کی علیٰحدہ علیٰحدہ تعریف لکھئے :۔

۱۲۔ تابع مہمل و مبتوع کی آسان لفظوں میں تعریف لکھیئے اور مثالیں دیکر سمجھایئے۔

۱۳۔ تابع موضوع و مبتوع کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھئے اور کم از کم چھ مثالیں دیکر ان کی وضاحت کیجئے۔

# ڈاکٹر سر محمّد اقبال

پیدائش ۱۸۷۳ء
وفات ۱۹۳۸ء

ڈاکٹر اقبال ۲۲ فروری ۱۸۷۳ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ ان کے آباؤ اجداد کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم سیالکوٹ کے ایک مکتب میں ہوئی۔ انگریزی تعلیم کے لئے سیالکوٹ کے اسکاچ مشن میں داخلہ لیا۔ خوش قسمتی سے انہیں شمس العلماء مولانا سید میر حسن جیسا استاد میسّر آگیا۔ یہ عربی اور فارسی کے جیّد عالم تھے انہوں نے اقبال میں ان دونوں زبانوں کا صحیح مذاق پیدا کر دیا۔

اسکاچ مشن کالج ہی سے ایف اے کیا۔ عربی اور انگریزی زبانوں میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے سبب کئی تمغے حاصل کئے۔ مزید تعلیم کے لئے لاہور پہنچے اور یہاں کے گورنمنٹ کالج سے بی اے کیا۔ یہاں ان کا اختیاری مضمون فلسفہ تھا ۱۸۹۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کی سند حاصل کی اور اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے اورینٹیل کالج لاہور میں فلسفہ اور تاریخ کے پروفیسر بھی رہے۔ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ گئے اور ٹرینیٹی کالج سے کیمبرج سے فلسفہ اور اخلاق کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد میونخ یونیورسٹی جرمنی گئے اور وہاں "ایران اور مابعد الطبعیات" نامی مقالہ لکھ کر پیش کیا اور ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل کی۔ انہی دنوں میں بیرسٹری بھی کرلی۔ ۱۹۰۸ء میں لاہور واپس آگئے اور وکالت شروع کر دی اور یہ سلسلہ تقریباً ۱۹۳۴ء تک قائم رہا۔

۱۹۲۲ء میں برطانوی حکومت کی طرف سے 'سر' کا خطاب ملا، ۱۹۲۶ء میں صوبہ پنجاب کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں مدراس یونیورسٹی کی دعوت پر وہاں اسلامی مذہبی افکار کی جدید تشکیل پر چند اہم لکچر دیئے، ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے الہ آباد کے اجلاس میں اپنا وہ تاریخی خطبہ پڑھا۔ جس میں مطالبہ پاکستان کا صریح تصور موجود تھا، ۱۹۳۱ء میں لندن گول میز کانفرنس میں شرکت کی اور واپسی میں اسلامی ممالک اور اسپین کی سیر کی۔ ۱۹۳۳ء میں مولانا سیّد

سلیمان ندوی کے ساتھ افغانستان گئے۔ ساتھ میں سر راس مسعود بھی تھے یہیں ان تینوں حضرات نے افغانستان میں نظام تعلیم کو بہتر بنانے کی ایک اسکیم مرتب کی۔ اسی دوران قائد اعظم برصغیر کے مسلمانوں سے ناراض ہو کر انگلستان چلے گئے تھے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لینے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن علامہ اقبال نے اپنی خط و کتابت کے ذریعہ قائد اعظم کو واپسی، اور برصغیر کے مسلمانوں کی قیادت پر مجبور کر دیا۔ ۲۱ ر اپریل ۱۹۳۸ء میں آپ کا انتقال ہو گیا اور بادشاہی مسجد لاہور کے ایک پہلو میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

انہیں شعر و شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ سیالکوٹ چھوڑنے کے بعد لاہور کے قیام نے ان میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ ان دنوں لاہور میں مرزا ارشد گورگانی (نبیرہ بہادر شاہ ظفر) اور ناظر حسین ناظم لکھنوی کی نگرانی اور اہتمام میں شعر و شاعری کی محفلیں جما کرتی تھیں۔ ان مشاعروں میں اقبال بھی شریک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں مرزا ارشد گورگانی ہی نے ان کے کلام پر اصلاح دی۔ بعد میں نواب مرزا داغ کو اپنا کلام ڈاک کے ذریعہ اصلاح کی غرض سے بھیجا لیکن انہوں نے "ایسا کلام اصلاح کا محتاج نہیں" لکھ کر ان کا کلام واپس کر دیا۔

انہوں نے دنیا کے ادب کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا اور خصوصی طور پر یورپ کے مشاہیر کو نہ صرف پڑھا تھا بلکہ ان کا خاصا اثر بھی قبول کیا تھا۔ اسلامیات پر بھی ان کی نظر بڑی گہری تھی اور وہ اسلام کی روح سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کو اپنے پیام کا ذریعہ بنا لیا اور مسلمانوں کو بتلایا کہ وہ اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مستقبل میں وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں جس کے یہ متلاشی اور مستحق ہیں۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی بتلایا کہ ہمیں اپنی کھوئی ہوئی عظمت کس طرح مل سکتی ہے۔ اور وہ کون سے اوصاف تھے جنہوں نے مسلمانوں کو خیر الامم قرار دیا تھا۔ انہوں نے اپنی شاعری سے پیغمبرانہ کام لیا اور ان کے کلام کو پڑھ کر ہی "شاعری جزویست از پیغمبری" کا قائل

ہو جاتا پڑتا ہے۔ نئے نئے الفاظ استعمال کئے اور نئی تراکیب وضع کیں۔ انہوں نے اپنے اسلامی اور فلسفیانہ افکار کو اپنے کلام میں اس طرح پیش کیا ہے کہ 'آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے'

ان کی شاعری کو تین اَدوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا دَور ۱۹۰۱ سے ۱۹۰۵ء تک

دوسرا دَور ۱۹۰۵ سے ۱۹۰۸ء تک اور

تیسرا دور ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۸ء تک

وہ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے، قوم نے انہیں شاعر مشرق' علامہ اور حکیم الامت کے خطابات سے نوازدیا۔ آپ کے اردو کلام کا پہلا مجموعہ بانگِ درا ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں بال جبریل اور ۱۹۳۶ء میں ضرب کلیم شائع ہوئے۔ ان کا سب سے آخری مجموعہ کلام ارمغان حجاز ہے جس کا بیشتر کلام فارسی میں ہے اور تھوڑا سا اردو کلام بھی شامل ہے۔

ان کی جملہ تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

اردو کلام : بانگ درا۔ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم

فارسی کلام : اسرارِ خودی۔ رموزِ بے خودی۔ پیام مشرق۔ زبورِ عجم۔ جاوید نامہ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق اور ارمغان حجاز۔

ارمغان حجاز میں فارسی اور اردو کلام دونوں ہی شامل ہیں۔

نثری تصانیف: علم الاقتصادیات اور ایران مابعد الطبیعیات ان کی نثری تصنیف ہیں۔

ان کی پہلی نظم 'ہمالہ' ہے جو ۱۹۰۱ء میں رسالہ مخزن میں شائع ہوئی تھی اور اسی نظم سے ان کی اردو شاعری کا آغاز ہو جاتا ہے۔

۱ ۔ علامہ اقبال کی نظم 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' ان کے کس اردو مجموعۂ کلام میں شامل ہے کتاب کا نام لکھیئے:

۲ ۔ "خدا رب العالمین ہے، اس کے احکامات پر جو قوم بھی چلتی ہے، خدا اس کو عروج اور اقبال عطا فرما دیتا ہے۔"
اس خیال کی روشنی میں آپ بتلایئے کہ اقبال کا خدا سے شکوہ کرنا کس حد تک مناسب اور جائز ہے ؟

۳ ۔ خدا کی طرف سے مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کے جو اسباب بیان ہوئے ہیں انہیں نثر میں تحریر کیجیئے:

۴ ۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیئے :

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیوں کر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا؟
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا

د ۔ جب شاعر اپنے کسی شعر میں کسی تاریخی یا مشہور واقعے کی طرف کوئی اشارہ کرتا ہے تو اسے شعری اصطلاح میں تلمیح کہا جاتا ہے ۔ مندرجہ ذیل اشعار میں تلمیحات موجود ہیں ۔ آپ ان تلمیحات کی تاریخی یا تشہیری حیثیت تحریر کیجیے اور اس کے ساتھ ان کی تشریح کیجیے

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پہ مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی؟

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈھنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

۶۔ اقبال کے اردو مجموعہ کلام کے نام لکھئے :۔

۷۔ مندرجہ ذیل شعرا اور مصنفین کے سامنے ان کی تصانیف کے نام لکھ دیجئے :

علامہ اقبال

مثنوی عالم خیال۔
ارمغان حجاز حیاتِ سعدی
سخندانِ فارس، شعرالعجم

| | | |
|---|---|---|
| شوق قدوائی | ______ | سیرت النعمان۔ |
| | ______ | حزب کلیم |
| حالی | ______ | نیرنگ خیال |
| | ______ | پیام مشرق۔ چپ کی داد |
| مولانا محمد حسین آزاد | ______ | مجالس النساء |
| | ______ | مد وجزر اسلام |
| علامہ شبلی نعمانی | ______ | آب حیات |
| | ______ | |

۹۔ مندرجہ ذیل شعراء میں سے کس کس نے جدید شاعری کی ہے ان کے ناموں پر صرف ✓ کا نشان لگا دیجئے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| علامہ اقبال | مرزا غالب | خواجہ میر درد | مولانا حالی |
| ذوق | نادر کاکوروی | میر تقی میر | مولانا محمد حسین آزاد |
| نظیر اکبر آبادی | سرور جہاں آبادی | داغ دہلوی | انیس لکھنوی |

۱۰۔ مرکب ناقص کی تین قسموں کی بابت اور پڑھ لیجئے یہ تین قسمیں ہیں:
تمیز و ممیز، بدل مبدل منہ اور تاکید و موکد۔

تمیز و ممیز: پانچ سیر آٹا خریدا۔ دو سیر چاول موجود ہے۔ دس تولے سونا لاؤ۔ اگر ان جملوں کو اس طرح پڑھیں پانچ سیر خریدا، دو سیر موجود ہے۔ دس تولہ لاؤ، تو اس میں چیزوں کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے اور سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ کون سی چیزیں ہیں، جن کا وزن بتلایا گیا ہے۔ جب ان کے ساتھ آٹا۔ چاول اور سونا، کو شامل کر دیا جائے تو مفہوم صاف ہو جاتا ہے چنانچہ جس شے سے جملہ کا شبہ دور ہو جائے اسے تمیز کہتے ہیں، اور ان کا وزن جن کا شبہ دور کرنا مقصود ہوتا ہے اسے ممیز کہتے ہیں اور ان دونو کو ملا کر مرکب تمیزی یا تمیز و ممیز کہا جاتا ہے۔

تمیز: وہ اسم ہوتا ہے جو اپنے سے پہلے اسم کا شبہ رفع کرے، اور

ممیز : اس اسم کو کہتے ہیں جس کا شبہ رفع کیا جائے ، اور
مرکب تمیزی : وہ مرکب ہے جو تمیز اور ممیز سے مل کر بنے ۔
بدل اور مبدل منہ : رشید کا بیٹا وحید کل آیا تھا ۔ امجد کا باپ احمد بہت شریف انسان ہے ۔ واجد کا دوست ساجد ایک ہی چلتا پرزہ ہے ۔ جب دو لفظ کلام میں اس طرح استعمال کئے جائیں کہ ان میں سے ایک سے اصل غرض ہو اور دوسرے سے کوئی غرض نہ ہو تو اس کے پہلے جزو کو بدل اور دوسرے کو مبدل منہ کہتے ہیں ۔ جیسے مندرجہ بالا جملوں میں رشید کا بیٹا احمد کا باپ اور واجد کا دوست بدل ہیں اور وحید احمد اور ساجد مبدل منہ ہیں ۔
بدل : اس اسم کو کہتے ہیں جو مقصود بالذات ہو ، اور
مبدل منہ : اس اسم کو کہتے ہیں جو بدل کے بعد اس کے بدلے میں آئے ۔
اردو میں بدل پہلے آتا ہے اور مبدل منہ بعد میں لیکن کبھی کبھی اس ترتیب کے خلاف بھی آتا ہے ۔
تاکید و موکد : یہ کام میں خود کروں گا ۔ رئیس اور عزیز دونوں ملے تھے ۔ سب لوگ خبریں سن رہے تھے ان میں خود ۔ دونوں اور سب کا استعمال کلمہ میں زور پیدا کرنے کے لئے ہوا ہے چنانچہ وہ کلمہ جس سے کلام میں زور پیدا ہو جائے اس کو تاکید کہتے ہیں ، اور جس کلمہ کی تاکید کی جاتی ہے اسے موکد کہتے ہیں ۔ چنانچہ
تاکید : وہ کلمہ ہے جس سے کلام میں زور پیدا ہوتا ہے ۔ اور
موکد : اس کلمہ کو کہتے ہیں جس سے تاکید کی جاتی ہے ۔
کلمات تاکید : اثبات کے لئے ، ضرور اور البتہ ۔ آج وہ ضرور ملے گا ۔ البتہ یہ کام میں کردونگا (ان میں فعل کی تاکید ہوتی ہے ، اور اوپر کی مثال میں اسم کی تاکید کی بابت بتلایا گیا ہے) سب ، سب کے سب ، کل ، تمام ، کلهم ، کبھی سراسر اور سر بسر نفی فعل کے لئے ہرگز ، کبھی ، کہیں وغیرہ تاکید معنوی ہیں ۔ تاکید لفظی لفظ مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے ہاں ہاں معلوم ہے ۔ اللہ کے بندے اللہ اللہ کر ۔

۱۱ ۔ پانچ پانچ ایسے جملے بنائیے جن میں تمیز و ممیز ۔ بدل و مبدل منہ اور تاکید و موکد استعمال ہوئے ہوں ۔
تمیز و ممیز ______________

بدل و مبدل منہ

تاکید و موکد

پیدائش ۱۸۳۶ء
وفات دسمبر ۱۴ ۱۹۱ء

# خواجہ الطاف حسین حالی

مولانا الطاف حسین حالی

نام خواجہ الطاف حسین، تخلص حالی۔ پانی پت کے محلہ انصار میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام خواجہ ایزد بخش تھا۔ ان کے آباؤ اجداد بلبن کے زمانے میں ہرات سے برصغیر میں آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاری سے مل جاتا ہے۔

ابھی پانچ برس ہی کے تھے کہ پڑھنے بٹھا دیئے گئے اور انہوں نے قرآن حفظ کر لیا۔ اس کے بعد فارسی کی تعلیم کی طرف رجوع ہوئے۔ سید جعفر علی سے فارسی پڑھی یہ بھی محلہ انصار کی مشہور علمی شخصیت تھی۔ باپ کا نو برس کی عمر ہی میں انتقال ہو گیا۔

عربی مولوی حاجی ابراہیم حسین انصاری سے پڑھی۔ حاجی ابراہیم صاحب نے لکھنؤ سے عربی علوم کی تحصیل کی تھی۔ حالی نے انہی سے عربی صرف و نحو بھی پڑھی۔ بعد میں عربی کی تکمیل دہلی پہنچکر مولوی نوازش علی سے کی۔ مولوی نوازش علی اس دور کی مشہور علمی شخصیت تھے۔ یہ موضع ہاپڑی تحصیل کیتھل ضلع کرنال کے رہنے والے تھے۔ زبردست واعظ متبحر فاضل اور مشہور مدرس تھے۔ سرسید احمد خاں نے بھی انہی سے پڑھا تھا۔ سہارنپور کے مشہور فاضل حضرت مولوی فیض الحسن سے بھی درس لیا۔ مولوی فیض الحسن صاحب سرسید اور شبلی کے بھی استاد رہے ہیں۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا۔ ان ہی دنوں میں مرزا غالب سے ملاقات ہوئی اور شاعری میں غالب سے اصلاح لیتے رہے اور میر تقی میر کی سادگی و پُرکاری کی اتباع کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے ایک شعر میں ان باتوں کو خود ہی بیان

کیا ہے ۔
حالی سخن میں شیفتہ سے مستفیض ہوں
شاگرد میرزا کا، مقلد ہوں میر کا

حالی نے دلّی کو چھوڑا اور ملازمت کے سلسلہ میں لاہور چلے گئے وہاں گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازم ہو گئے۔ یہاں جو چیزیں انگریزی سے اردو میں منتقل ہوتیں مولانا حالی ان کی زبان درست کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد پھر دلّی واپس گئے اور دہلی کے ایک مدرسہ میں ملازمت کرلی۔ یہیں ان کی ملاقات سر سید احمد خاں سے ہوئی اور جلد ہی ان کے دست راست بن گئے اور ان کی قومی تحریک کے ممتاز رکن قرار پائے اور سر سید احمد خاں ہی کی ایماء پر ۱۸۷۹ء میں مشہور مسدس مدو جزر اسلام لکھا۔
۱۸۷۴ء میں لاہور میں ایک جدید مشاعرے کی بنیاد پڑی جس میں شعرائے کرام کو مصرعہ کی جگہ کسی مضمون کا عنوان دے دیا جاتا تھا اور لوگ اسی پر طبع آزمائی کرتے تھے۔ اسی نوعیت کے مشاعروں میں انھوں نے 'برکھا رت' نشاط امید' 'تعصب' اور 'حُبِ وطن' نامی مشہور زمانہ نظمیں پڑھیں۔ لاہور کی آب و ہوا راس نہ آئی، آئے دن بیمار رہنے لگے مجبوراً دہلی واپس گئے اور اینگلو عربک اسکول میں (۱۸۷۴ء کے آخر یا ۱۸۷۵ء کی ابتدا میں) مدرّس ہو گئے۔ اس کے بعد ۱۸۸۶ء کے آخر میں ایچیسن کالج لاہور کے بورڈنگ ہاؤس میں طلبا کے اتالیق مقرر ہوئے لیکن یہاں ان کی طبیعت جلد ہی اُکتا گئی، اور پورے آٹھ ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ جون ۱۸۸۷ء میں پھر واپس چلے گئے۔ اس دوران سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام نظام دکن سر سید کے اصرار پر علیگڈھ پہنچے تو سر سید نے حالی کو ان سے ملایا۔ سر آسمان جاہ ان سے بہت متاثر ہوئے اور سر سیّد کی سفارش پر سر آسمان جاہ نے بصیغۂ امداد مصنفین پچھتّر روپے ماہوار ریاست کی طرف سے وظیفہ مقرر کرا دیا جس سے مولانا فکر معاش کی طرف سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئے۔
۱۸۹۱ء میں علیگڈھ کالج کی امداد کی درخواست لے کر سر سید حیدر آباد دکن گئے تو حالی ان کے ساتھ ہی تھے۔ اس موقع پر ان کے وظیفہ میں پچیس روپے کا

مزید اضافہ کر دیا گیا اور انہیں پچھتّر کی جگہ سو روپے ملنے لگے اور
وفات تک یہ رقم انہیں ملتی رہی۔ اسی معاشی بے فکری کے دوران انہوں
نے مقدمۂ شعر و شاعری، یادگارِ غالب اور حیاتِ جاوید جیسی یادگار
زمانہ کتابیں لکھیں۔
جون ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔
۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو مختصر علالت کے بعد مولانا کا انتقال ہو گیا۔
نثری تصانیف: حیاتِ جاوید۔ یادگارِ غالب۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ مضامین حالیؔ۔ مقالاتِ حالیؔ
مکتوباتِ حالیؔ۔ مجالس النساء۔ سوانح عمری حکیم ناصر خسرو علوی۔ سوانح عمری مولانا
عبدالرحمٰن محدّث پانی پتی۔ اصول فارسی۔ تریاق مسموم۔ شواہد الالہام۔
تصانیف نظم: دیوانِ حالی۔ نظمِ حالی۔ رباعیاتِ حالی اور مسدسِ مدوجزرِ اسلام۔

مولانا حالیؔ جدید اردو شاعری ہی کے علمبردار نہ تھے بلکہ جدید اردو نثر کے بھی بے مثل ادیب تھے۔ ان کی نظم ہو یا نثر ان میں سادگی۔ روانی۔ تسلسل۔ منظر نگاری۔ واقعہ نگاری۔ سیرت نگاری۔ فلسفۂ اخلاق۔ قومیت۔ جذبۂ ہمدردی۔ وسعتِ نظر اور صداقت پسندی ضرور پائی جاتی ہے۔

مسدّس مدوجزرِ اسلام ان کی مشہور ترین نظم ہے۔ اس میں مسلمانوں کے عروج اور زوال کو بڑے ہی دل نشین اور موثر انداز میں نظم کیا گیا ہے۔ مبالغہ سے گریز، حقائق کا بیان، سادگی اور اثر آفرینی اس کی جان ہیں۔ مسلمان کیا تھے اور اب کیا ہو چکے ہیں؟ اس کی حد درجہ اثر انگیز اور درد و یاس میں ڈوبی ہوئی تصویر اس نظم کے سوا دوسری جگہ کہیں نہ ملے گی اور اس نظم نے انہیں خاص و عام میں یکساں معروف اور مشہور کر دیا۔

۱۔ مندرجہ ذیل بند کی تشریح کیجئے :

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا
زمانے میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق

۲۔ جب مسلمانوں کو اپنی ترقی کا احساس پیدا ہوا اس وقت دنیا کا کیا حال تھا اور مسلمانوں نے اس سلسلہ میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے ؟

۳۔ مندرجہ ذیل پر دو، دو سطروں میں نوٹس لکھئے :

ذمی ________________

________________

قصرالحمراء ________________

________________

آلِ عدنان ________________

________________

ارسطو ________________

________________

بلدہ فخرِ بلادِ جہاں ________________

________________

سیلِ تاتار ________________

________________

عباسی ________________

________________

۴۔ مولانا حالی کے مسدس کے جو چند بند آپ نے پڑھے ہیں، ان سے حالی کا مقصد کیا معلوم ہوتا ہے ؟

________________

________________

۵۔ صحیح لفظ خالی جگہ پر لکھ دیجئے۔

۱۔ مولانا حالی کا اصل نام ________ تھا۔

مولانا محمد حسین ، خواجہ الطاف حسین ، مولانا اصغر حسین

۲۔ مولانا حالی کا سلسلۂ نسب ________ سے جا کر مل جاتا ہے۔

حضرت علیؓ ، حضرت ابوایوب انصاریؓ ، حضرت عثمانؓ

۳۔ مولانا حالی نے ________ کی خواہش پر اپنا یہ مسدس لکھا تھا۔

مرزا غالب ، شبلی نعمانی ، سرسید احمد خاں

۴۔ مولانا حالی ________ کے شاگرد تھے۔

شیفتہ ، مرزا غالب ، ذوق

۶۔ مندرجہ ذیل مقامات کن ملکوں میں ہیں؟

| | | | |
|---|---|---|---|
| قادس | ________ | اصفہان | ________ |
| بلنسیہ | ________ | غرناطہ | ________ |
| ایتھنز | ________ | قرطبہ | ________ |
| بغداد | ________ | اشبیلیہ | ________ |

۷۔ حالی کی اس تصنیف کا نام لکھئے جو انہوں نے سرسید احمد خاں کے حالات زندگی اور ان کے کارناموں پر لکھی ہے۔ ________

۸۔ مولانا حالی نے اپنے استاد پر کون سی کتاب لکھی ہے اس کا نام لکھئے۔

________

۹۔ حالی کی نظم و نثر کی خوبیاں لکھئے:

________

________

________

________

________

________

________

۱۰۔ مندرجہ ذیل اشعار کی خالی جگہوں کو صحیح الفاظ لکھ کر پُر کیجئے :

ــــــ تھے امت کے ایسے نگہباں　　ہو گلہ کا جیسے نگہباں ــــــ

سمجھتے تھے ــــــ و مسلم کو یکساں　　نہ تھا ــــــ و حُر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور ــــــ تھیں آپس میں ایسی

زمانے میں ماں ــــــ بہنیں ہوں جیسی

۱۱۔ مرکب ناقص کی بقیہ پانچ قسموں کے بارے میں بھی سمجھ لیجئے۔ وہ پانچ قسمیں مندرجہ ذیل ہیں :
اشارہ مشارٌالیہ ، عطف بیان ومبین ، مرکب ظرفی ، مستثنےٰ مستثنےٰ منہ اور جار مجرور۔

ا۔ اشارہ مشارٌالیہ : وہ آدمی ، یہ لڑکا ، اس کا دوست ، اس سال یہ سارے کلمے مرکب ہیں
ان کا پہلا جزو وہ ، یہ ، اُس اور اِس اشارہ کہلاتے ہیں اور
دوسرا جزو آدمی ، لڑکا ، دوست اور سال مشارٌ الیہ کہلاتے ہیں ،
اشارہ : اس اسم کو کہتے ہیں جس سے کسی شخص یا چیز کی طرف اشارہ کیا جائے جیسے
اِس ، اُس ، وہ اور یہ وغیرہ اور
مشارٌالیہ : اس اسم کو کہتے ہیں جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو جیسے یہ آدمی میں 'آدمی'
وہ لوگ میں 'لوگ' ، اور اِس دن میں 'دن' ،
عام طور پر اشارہ کے طور پر مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں :
یہ ، اِس ، اُس ، وہ ، اِن ، اُن ، یہی ، وہی ، اُسی ، اِسی ، اُنہی ، اِنہی

ب۔ چھ مثالیں دیکر سمجھائیے کہ اشارہ اور مشارٌالیہ کسے کہتے ہیں ؟

______________________________

______________________________

______________________________

______________________________

______________________________

______________________________

۸۔ مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ : کل بجز رشید سبھی موجود تھے ۔ اختر کے سوا سبھی نے کھانا کھایا۔
ان میں بجز نے رشید کو سبھی سے اور سوا نے اختر کو سبھی سے الگ کر دیا ہے ۔ یہ بجز
اور سوا حرف استثنا کہلاتے ہیں اور یہ حرف استثنا جس اسم کو الگ کر دیتے ہیں انہیں
مستثنیٰ کہا جاتا ہے اور جس سے جُدا کیا جاتا ہے اس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہیں، چنانچہ ،

بجز اور سوا حرف استثنا
رشید اور اختر مستثنیٰ اور
سبھی مستثنیٰ منہ ہیں ۔ یاد رکھئے

مستثنیٰ : اس اسم کو کہتے ہیں جو جُدا کر دیا جائے اور
مستثنیٰ منہ : اس اسم کو کہتے ہیں جس کو کسی اسم سے جدا کر دیا جائے ۔
حرف استثنا ، مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کو مثالیں دے کر سمجھایئے ۔

---

---

---

---

---

---

۹ : جار، مجرور : مکان سے صدر تک ۔ میز پر ۔ خلا میں ان مرکبات میں دو جز
پائے جاتے ہیں ۔

پہلا جز : مکان، صدر، میز اور خلا ہیں ،
دوسرا جز : سے ، تک ، پر اور میں ہیں چنانچہ

جار : وہ حرف ہے جو کسی اسم کے بعد آئے اور جملے کے فعل سے اسم کا تعلق ظاہر کرے
جیسے سے ، تک ، پر اور میں ۔ اور
مجرور : وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی حرف جار آئے ، جیسے مکان ، صدر ،
میز اور خلا ۔

جار اور مجرور کے مرکب کو مرکّبِ حرّی بھی کہتے ہیں۔
مرکّبِ حرّی کی مثالیں دیکر وضاحت کیجیے:

# سرور جہاں آبادی

پیدائش ۱۸۷۳ء
وفات ۱۹۱۰ء

نام درگا سہائے، تخلص سرور، جہان آباد ضلع پیلی بھیت (یو، پی) بھارت میں پیدا ہوئے باپ کا نام پیارے لال تھا اور یہ طبابت کرتے تھے۔ کائستھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کے آباو اجداد قصبہ کے رئیس اور زمیندار تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور اپنے قصبہ کے اسکول سے اردو مڈل کا امتحان پاس کیا اس زمانے میں فارسی کی تعلیم عام تھی اور کائستھ خاندان عموماً فارسی ضرور پڑھتے تھے سرور نے بھی مولوی کرامت حسین بہار سے فارسی پڑھی شعر و شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا چنانچہ اپنے ابتدائی کلام پر اصلاح بہار صاحب ہی سے لیتے رہے اس کے بعد بیان یزدانی میرٹھی کے شاگرد ہو گئے۔

انگریزی، قصبہ کے پوسٹ ماسٹر سے دو سال تک پڑھی اور انگریزی مڈل کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد طب پڑھی اور کچھ دنوں تک مطب بھی کیا لیکن اس میں وہ ناکام رہے۔

ابتدا میں وحشت تخلص اختیار کیا تھا لیکن پھر سرور ہو گئے۔

۱۸۹۹ء سے ان کا کلام مخزن اور ادیب جیسے بلند پایہ رسالوں میں چھپنے لگا اور یہیں سے انہیں ملک گیر شہرت ملنی شروع ہوئی۔ اس دوران ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ان کا اکلوتا بیٹا بھی چل بسا۔ سرور کے لئے یہ دونو صدمات ناقابل برداشت تھے انہوں نے ان بھاری غموں سے پیچھا چھڑانے کے لئے شراب پینی شروع کر دی اور اس میں اس حد تک زیادتی ہوئی کہ ہر وقت مست و بیخود رہنے لگے اور بالآخر ۳ر دسمبر ۱۹۱۰ء کو انتقال ہو گیا۔

ان کا پہلا مجموعہ کلام خمخانۂ سرور ان کی زندگی ہی میں زمانہ پریس کانپور سے چھپ گیا تھا، انتقال کے بعد دوسرا مجموعہ 'جام سرور' انڈین پریس الہ آباد سے

شائع ہوا۔ انگریزی نظموں کے ترجمے بھی کئے لیکن وہ لفظی ترجمے نہیں ہیں
لیکن پھر بھی اصلی معلوم ہوتے ہیں۔ سرور شعرگوئی میں کمال رکھتے تھے۔
نہایت زودگو اور بے تکلف کہنے والے تھے۔ جملہ اصناف سخن پر کچھ نہ کچھ
لکھا ضرور ہے لیکن مسدس انہیں بے حد پسند تھا۔ جذبات نگاری، درد و اثر
قلبی کیفیات کا حقیقی اظہار، رفعت خیال۔ متنوع خیالات کا نہایت لطیف
اور خوبصورت لفظوں میں اظہار اور ان میں وسیع النظری کا پایا جانا ان
کی شعری خصوصیات ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا حالی نے جس کی جدید
شاعری کا پودا لگایا تھا اس کی آبیاری کرنے والوں میں سرور جہاں آبادی
بھی ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہیں انہوں نے اردو میں ہندی الفاظ کو
اتنے اچھے انداز میں استعمال کیا ہے کہ شعروں کے لطف اور مزے میں اضافہ
ہوگیا ہے۔ وہ صرف ۳۷ سال زندہ رہے لیکن اتنی مختصر عمر پانے کے باوجود
اپنے فطری شعری ذوق، مطالعہ، مشاہدہ اور فن سے والہانہ لگاؤ اور مشاقانہ
استعمال کے سبب اردو کے غیر فانی شعرا کی صف میں جگہ حاصل کرلی۔
سرور طبعاً نہایت خوش مزاج اور ظریف طبع انسان تھے 'بندہ نواز' ان کا
تکیہ کلام تھا لیکن بیوی اور اکلوتے بیٹے کی موت نے انہیں ایسا افسردہ اور
رنجیدہ کیا کہ ان کے مزاج اور طبیعت میں قنوطیت نے جگہ بنالی تھی۔

۱۔ سرور جہاں آبادی کا پورا نام کیا تھا؟ ______

۲۔ مزاجی اعتبار سے سرور کیسے آدمی تھے؟ ______

______

۳۔ ان کے مجموعہ کلام کتنے ہیں؟ ان کے نام بھی لکھئے:

______

______

۴۔ انہیں کس قسم کے موضوعات پسند تھے؟

______

۵۔ نسیم سحر، کس ہوا کو کہتے ہیں؟

______

۶۔ خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کیجئے:

آنے سے تیرے باغ میں اے خوش خرام صبح
اے نازش بہار صبح! اسے نسیم ناز
بھرتی ہے آب گوہر شبنم سے جام صبح

______

______

______

______

۷۔ کیا بیر بہوٹی، آپ نے دیکھی ہے؟ اس پر مختصر نوٹ لکھئے:

______

______

______

______

______

۸ - سرور نے 'بیر بہوٹی' کے لئے کیسی کیسی تشبیہیں اور مثالیں دی ہیں۔ اس نظم کو بغور پڑھ کر انہیں جمع کیجئے:

۹ - 'سرور' کے ہم عصر پانچ نظم گو شعراء کے نام لکھئے:

۱۰ - سرور کا جو کلام آپ کے نصاب میں شامل ہے وہ شاعری کی کس صنف میں ہے؟

۱۱ - سرور کا خاندانی پیشہ کیا تھا؟

۱۲ - پچھلے اسباق میں مرکب تام اور مرکب ناقص کی بابت آپ پڑھ چکے ہیں اب ہم آپ کو جملے کے اقسام کی بابت بتلائیں گے ۔

جملے کے دو جزء ہوتے ہیں ۱ - مسند الیہ اور ۲ - مسند

چاند نکلا - احمد ہنسا - بچہ رویا - رات گزر گئی - محمود نے کھانا کھایا -

مندرجہ بالا مثالوں میں چاند کی نسبت بتلایا گیا ہے کہ نکلا - احمد کی نسبت کہا گیا ہے کہ ہنسا - بچہ کی بابت کہا گیا ہے کہ رویا - رات کے لئے کہا گیا ہے کہ گزر گئی اور محمود کی نسبت بتلایا گیا ہے کہ کھانا کھایا - چنانچہ ان میں چاند، احمد، بچہ، رات اور محمود مسند الیہ ہیں اور نکلا - ہنسا - رویا - گزر گئی اور کھانا کھایا مسند ہیں، چنانچہ

مسند الیہ : جملہ کا وہ جزء ہوتا ہے جس کی نسبت کہا گیا ہو -

مسند : جملہ کا وہ جزء ہوتا ہے جو کسی کی نسبت کچھ کہا جائے، اور

اسناد : جملے کے دونوں جزوں کے اس پورے لگاؤ کو کہتے ہیں جس سے پوری بات سمجھ میں آجائے -

مندرجہ ذیل میں سے مسند الیہ اور مسند کو علیحدہ کیجئے :

| مسند | مسند الیہ |
|---|---|
| | |

پھول کھلا ۔ چاندنی پھیلی
مینہ برسا ۔ دھوپ نکلی
حامد نے گھوڑا خریدا ۔ خلیل نے چائے پی
جلیل نے کھانا ۔ مکان بنا
دوکان خالی ہے ۔ باغ سرسبز ہے
درخت ہرا ہے ۔ انار کھٹا ہے

# اردو میں مثنویات
# اور
# اردو نظم کا دورِ جدید

**مَثنَوی** | مثنوی نظم کی اس قسم کو کہتے ہیں جس کا ہر شعر الگ قافیہ کا ہو اور جس میں کوئی ایک قصہ یا پوری داستان یا منظر وغیرہ کو مسلسل تحریر کیا جائے۔

قدیم زمانہ ہی سے مثنوی کے لئے چھوٹی چھوٹی تین رکن کی بحریں مستعمل تھیں، میر حسن کی مثنوی سحر البیان اور دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزارِ نسیم اس کی شاندار مثالیں ہیں۔ مولانا حالی کی برکھا رُت، حبِ وطن اور بیوہ کی مناجات اور علامہ شبلی کی صبحِ امید بھی اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ شوق قدوائی نے بھی مثنوی ترانۂ شوق گلزارِ نسیم کی طرز اور بحر میں لکھی ہے۔ یہ پُرانی وضع کی اردو مثنویات میں آخری مثنوی ہے لیکن شوق قدوائی کی مثنوی 'بہار' اور 'عالمِ خیال' بڑی بحر میں لکھی گئی ہیں۔

حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام کا شمار بھی مسلسل اور طویل مثنوی میں ہوتا ہے۔

مثنوی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اظہار و بیان کے لئے وسعت بہت پائی جاتی ہے مناظر اور مشاہدات کا بیان، موسم کی کیفیات اور مقامات کا ذکر، افراد کی ذہنی کیفیات، محسوسات اور ان کے مکالمات کی ادائیگی۔ رسم و رواج اور تقریبات بزم و رزم کی منظر کشی، غرضکہ شاعر کی جولانیٔ طبع کے لئے مثنوی ایک ایسا وسیع میدان ہے جس پر اس کا اسپِ خیال طبیعت، خواہش اور استعداد فطری کے مطابق فراٹے بھر سکتا ہے۔

میر حسن کی سحر البیان، دیا شنکر نسیم کی گلزارِ نسیم، نواب مرزا شوق کی زہرِ عشق۔ خواجہ میر اثر کی خوابِ خیال، قلق لکھنوی کی طلسمِ الفت، واجد علی شاہ (شاہِ اودھ) کی حزنِ اختر، شوق قدوائی کی

عالم خیال، ترانۂ شوق اور قاسم وزہرہ، منیر شکوہ آبادی کی معراج المضامین، تسلیم لکھنوی کی نالۂ تسلیم، نواب مرزا داغ کی فسریادِ داغ، محسن کاکوروی کی مذہبی مثنوی صبح تجلی اور چراغ کعبہ اور حفیظ جالندھری کی مذہبی اور تاریخی مثنوی شاہنامۂ اسلام بہت مشہور رہیں۔

میر تقی میر، سودا، مصحفی اور مومن دہلوی بھی مثنوی گو شعراء میں شامل ہیں اور کتنے اساتذہ ایسے ہیں جن کے مجموعہ کلام میں کسی نہ کسی نوع کی مثنوی نہ موجود ہو۔

## نظم کا دورِ جدید

اردو شاعری میں غزل گوئی سب سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول صنف مانی گئی ہے لیکن اس کے دوش بدوش مثنویات، قصائد، ہجویات، شہر آشوب، مراثی واسوخت اور مسدس وغیرہ بھی موجود رہی ہیں، اور ان سب کا اپنی نوعیت اور مضامین کے مسلسل بیان کئے جانے کی وجہ سے نظم ہی میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

نظیر اکبر آبادی، میر حسن، میر انیس اور دیا شنکر نسیم وغیرہ کو نظم گو شعراء میں جگہ حاصل ہے لیکن اردو میں جدید نظم نگاری کی تقریباً ایک سو سال پہلے ابتدا ہوئی۔ ۱۸۶۵ء میں ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹز، گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل اور انجمن پنجاب کے مسلسل پانچ سال تک صدر رہے یونیورسٹی کمیٹی کے سکریٹری اور پنجاب یونیورسٹی کے سب سے پہلے رجسٹرار بھی یہی تھے۔ انہی دنوں کرنل بالرائیڈ پنجاب کے ناظم تعلیمات تھے۔ انہی کی ایماء پر انجمن پنجاب کی تشکیل ہوئی تھی اور اس کا مقصد تھا کہ اردو شاعری کو فرسودہ اور پامال راہوں سے نکال کر حقائق اور واقعات کی ڈگر پر ڈال دیا جائے۔ ۱۵ اگست ۱۸۶۷ء میں انجمن پنجاب کے اجلاس میں مولانا محمد حسین آزاد نے اپنا یادگار لکچر، نظم اور کلام موزوں کے باب میں خیالات" پڑھا اس میں انہوں نے کہا تھا:-

> "درحقیقت ایسے (پرانی وضع کے) کلام کو شعر کہنا ہی نہیں چاہئے، کیونکہ شعر سے وہ کلام مراد ہے جو جوش وخروش، خیالات سنجیدہ سے پیدا ہو اور اسے قوت قدسیہ الٰہی سے ایک سلسلۂ خاص ہو، خیالات پاک جوں جوں بلند ہوتے جاتے ہیں مرتبہ شاعری کو پہنچ جاتے ہیں"

جدید نظم کی بابت مولانا آزاد کے خیالات لاہور کے اخبار "آفتاب پنجاب" میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ اسمٰعیل میرٹھی نے ان سے متاثر ہو کر ۱۸۶۷ء میں انگریزی کی چند نظموں کو اردو میں نظم کر دیا۔ ان میں کیڑا، ایک قانع مفلس اور موت کی گھڑی شامل ہیں، اور

اور آنند ؔسال ۱۸۶۸ء میں حب وطن اور خام خیالی لکھیں۔

حاؔلی ۱۸۷۲ء میں لاہور پہنچے اور نظم "جواں مردی کا کام لکھی۔ ۱۸۷۴ء میں کرنل ہالرائیڈ کی سرپرستی میں جدید شاعری کا تاریخی مشاعرہ ہوا، جس میں طرحی غزلوں کے بجائے آزاؔد اور حاؔلی نے نظمیں سنائیں۔ برکھارت، نشاۃ امید، حُبّ الوطن اور مناظرۂ رحم و انصاف انہی مشاعروں میں پڑھی گئی تھیں۔

بعد میں جن کی کوششوں سے اردو کی جدید شاعری نے کامیابی، ترقی اور زندگی پائی ان میں مولانا عبد الحلیم شرؔر لکھنوی کا رسالہ دلگداز، اور سر عبد القادر کا مخزن بہت اہم اور بنیادی حیثیت کے مالک ہیں۔ ان دونوں رسالوں میں ان کے لائق اور قابل مدیران نے جدید شاعری کی تحریک مہم کی طرح شروع کی۔ شروع شروع میں اردو کے جن چوٹی کے شعرا نے انگریزی سے اردو میں منظوم ترجمے شائع کئے ان کے نام اور ان کے تراجم کا ذکر نیچے کیا جا رہا ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد: اندھی پھول والی کا گیت (لارڈ لٹن) بہار کا آخری پھول (ٹامس مور) اُجڑا ہوا گھر (انگریزی سے)

نادر کاکوروی: مرحومہ کی یاد میں (ٹامس مور) گزرے زمانے کی یاد (ٹامس مور) لالہ رخ (ٹامس مور)

سرور جہاں آبادی: کلیجے کا داغ، میرا ساغر آسمان ہے، مرغابی، سال گزشتہ، موسم گرما کا آخری گلاب (یہ ساری نظمیں انگریزی سے اردو میں منتقل کی گئی ہیں)

مولانا ظفر علی خاں: ندی کا راگ (ٹینی سن) وفا (لارڈ ورتھ)

پیارے لال شاکر میرٹھی: باپ کی نصیحت (انگریزی سے)

ڈاکٹر اقبال: پیام صبح، عشق اور موت، رخصت اے بزم جہاں وغیرہ یہ ساری انگریزی سے اردو میں منتقل کی گئیں۔

تلوک چند محروم: موت کا موسم (انگریزی سے) نغمات (شکسپیر)

حسرت موہانی: موسم بہار کا آخری پھول (ٹامس مور) ترانۂ محبت (انگریزی سے)

غلام بھیک نیرنگ: تربت جاناں، مقصد الفت، عالم پیری اور یاد ایام، انجام محبت اور جان شیریں (یہ ساری نظمیں انگریزی سے اردو میں منتقل کی گئیں)

ان میں سے ہر شاعر نے طبع زاد نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ جدید شعرا میں علامہ

شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی، شوق قدوائی، نظم طباطبائی، بے نظیر شاہ، بیان میرٹھی چکبست لکھنوی، جوش ملیح آبادی، عظمت اللہ خاں، حفیظ جالندھری، اختر شیرانی، احسان دانش اور ساغر نظامی بہت مشہور رہیں،

جدید شاعری میں مناظر قدرت، حسن فطرت، سیاسیات، ساجیات، تبلیغ و اصلاح، حب ملّی، مغربی شاعری کا اتّباع اور سوشلزم کا پرچار سبھی کچھ آگیا ہے، اور اس میں اتنا تنوع ہے کہ زندگی اور متعلقات زندگی کا تقریباً ہر پہلو اس میں موجود ہے۔

# علّامہ شبلی نعمانی

پیدائش ۱۸۵۷ء
وفات ۱۹۱۴ء

علامہ شبلی نعمانی

علامہ شبلی نعمانی موضع بندول ضلع اعظم گڈھ (یو۔پی۔بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا۔ یہ وکیل تھے مولانا کا بچپن بہت ناز و نعم میں گزرا تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر سے ہوا اور ۱۸۷۶ء میں تعلیمی سلسلہ ختم ہو گیا۔

کلام مجید اور فارسی کی کتاب اپنے گاؤں میں پڑھیں اس کے بعد اعظم گڈھ اور جونپور میں تعلیم حاصل کی پھر غازی پور چلے گئے اور وہاں مولانا محمد فاروق چریا کوٹی سے جو فلسفہ ریاضی اور ادب کے زبردست استاد تھے عربی ادب اور معقولات پڑھیں۔ پھر رامپور پہنچے اور مولوی عبدالحق خیر آبادی سے جو استاد زمانہ مانے جاتے تھے معقول اور مولوی ارشاد حسین محدث سے حدیث اور فقہ کے اسباق لئے۔ طلب علم کی پیاس تھی کہ بجھتی ہی نہ تھی اس سلسلہ میں لاہور پہنچے، اور وہاں مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری جیسے ادیب کامل سے حماسہ پڑھا وہاں سے سہارنپور آئے اور مولوی احمد علی سے تکمیل حدیث کی۔

۱۸۷۶ء میں تقریباً بیس سال کی عمر میں حج کے لئے بیت اللہ گئے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے وکالت کا امتحان بھی پاس کیا تھا اور کچھ دنوں وکالت بھی کی تھی اور امین ہو گئے تھے لیکن یہ ملازمت جلد ہی چھوڑ دی۔ ۱۸۸۲ء میں علیگڈھ جانے کا اتفاق ہوا اور مولوی سمیع اللہ خان کے ذریعہ سے سر سید احمد خاں سے ملاقات ہو گئی اور انہی کی سفارش پر فارسی کی پروفیسری مل گئی اور سر سید احمد خان کے بنگلہ کے قریب ہی رہنے کی جگہ بھی مل گئی۔ سر سید نے اپنے کتب خانہ سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری اجازت دے دی۔ یہیں مشہور اسلام دوست پروفیسر آرنلڈ سے ملاقات ہوئی اور مولانا نے ان سے فرنچ سیکھی اور انہیں عربی سکھائی۔ کہا جاتا ہے کہ پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام کی اکثر باتوں کے لئے مولانا ہی کے ممنون ہیں

قیام علیگڈھ ہی کے دوران مولانا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسلام کے جلال و جمال کی تاریخ مرتب کی جائے، سر سید نے ہمت افزائی کی۔ ان کے کتب خانہ میں مصر و شام تک کی مطبوعات موجود تھیں۔ ۱۸۸۴ء میں مولانا نے مثنوی صبح امید کا ستارہ لکھکر اپنی تصنیفی زندگی کا آغاز کیا اور یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ طلباء اس کو اسٹیج پر خوش آوازی سے پڑھ کر سامعین کو بے چین کر دیتے تھے اس مثنوی میں اسلام کی شان و شوکت اور اس وقت کے مسلمانوں کی نکبت و فلاکت اور سر سید احمد خاں کی پُر خلوص کوششوں کا حد درجہ پر زور طریقے پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۸۸۶ء میں ایجوکیشنل کانفرنس میں مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، بطور ایڈریس پڑھا گیا اور ۱۸۸۷ء میں اسے شائع بھی کر دیا گیا اور یہیں سے مولانا کے بے پناہ تبحر علمی اور تحقیق و تدقیق کا لوگوں کو علم ہوا۔

مولانا مفصل تاریخ اسلام مرتب کرنا چاہتے تھے (اور خصوصی طور پر خلفائے عباسیہ پر بہت کچھ لکھنا چاہتے تھے)۔ المامون۔ سیرت النعمان اور الفاروق اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ۱۸۹۲ء میں روم اور شام کا سفر کیا۔ یہ سفر الفاروق کی تیاری اور تلاش ماخذ کے سلسلہ میں اختیار کیا گیا تھا۔ ان کی قابلیت اور ادبی اور اسلامی خدمات کے صلہ میں ترکی کے سلطان عبدالحمید نے انہیں ۱۸۹۲ء میں تمغہ مجیدی عطا کیا اور برٹش گورنمنٹ نے ۱۸۹۴ء میں انہیں شمس العلماء کا خطاب دیا اس وقت مولانا کی عمر صرف ۳۷ سال کی تھی۔ ۱۸۹۹ء میں کشمیر گئے اور وہیں الفاروق اختتام کو پہنچی۔ ۱۸۹۸ء میں سر سید احمد خان کے انتقال کی وجہ سے علیگڈھ سے تعلق ٹوٹ چکا تھا۔

۱۸۹۱ء میں سر سید احمد خان کے ساتھ حیدر آباد دکن کا سفر کیا وہاں عماد الملک سید حسین بلگرامی اور ان کے چھوٹے بھائی سید علی بلگرامی سے ملاقات ہوئی، اور بعد میں تقریباً چار پانچ سال بعد سید علی بلگرامی نے صیغہ تصنیف کی طرف سے ان کا سو روپیہ ماہانہ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ سید علی نے کتب آصفیہ کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ الغزالی۔ سوانح مولانا روم، الکلام، علم الکلام اور موازنہ انیس و دبیر

اس سلسلہ کی اور اسی زمانہ کی تصانیف ہیں۔

۱۸۹۴ء میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا اس کے بانی اور ناظم اوّل مولوی سید محمد علی سید محمد علی صاحب کانپوری (خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی) تھے۔ اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ عربی مدارس کیلئے ایک مفید ضروریات زمانہ کے مطابق نصاب تعلیم مرتب کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی فرقہ وارانہ اختلافات کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ مولانا شبلی نے اس میں سرگرم حصّہ لیا اور اسے ترقی دینے اور اسے کامیاب بنانے میں وہ کوششیں کیں کہ یہ ادارہ اور اسکے تحت قائم کی ہوئی درس گاہ آج تک زندہ ہیں۔

۱۹۱۳ء میں لکھنؤ سے اپنے وطن اعظم گڈھ واپس چلے گئے اور وہاں دارالمصنفین کی بنیاد ڈالی۔ یہ ادارہ آج تک سینکڑوں کتابیں تصنیف و تالیف کرا کے شائع کر چکا ہے۔

۱۹۱۴ء میں مولانا کا ستاون سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

نثری تصانیف : سیرت النبیؐ اول اور دوم، الغزالی۔ سیرت النعمان۔ سوانح مولانا روم، شعر العجم پانچ حصے۔ موازنہ انیس و دبیر۔ علم الکلام۔ الکلام۔ سفر نامہ روم مصر و شام۔ اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔ مکاتیب شبلی۔ مقالات شبلی (سات حصے) اور رسائل شبلی۔

تصانیف نظم : کلیات فارسی، کلیات شبلی (اردو)

مولانا بیک وقت شاعر، ادیب، فلسفی، مورخ، ناقد، ماہر تعلیم، معلم۔ واعظ، مصلح۔ فقیہ اور محدث تھے۔ ان کی شاعری میں حالی کی قنوطیت کی جگہ رجائیت کارفرما ہے۔ اور شبلی ہی نے اس مایوسی اور ابتلا کے دور میں قوم کو یہ بتایا کہ مسلمانوں کی پستی کا سبب اسلام کو چھوڑ دینا نہیں ہے بلکہ پابندی اسلام سے انحراف ہے اور مرض کی اسی صحیح تشخیص نے مریض کو سنبھالا دیا اور اسے اپنی صحت یابی کی امید ہو گئی۔ بعد میں اکبر الہ آبادی اور علامہ اقبال نے شبلی کے اس تصور کو صحیح تسلیم کیا اور اس پر ان دونوں نے اپنے قصر شاعری کو تعمیر کیا۔ مولانا شبلی کی شاعری میں بلا کا جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ مولانا فطری شاعر تھے۔ ان کا اردو کلام بہت مختصر ہے لیکن جو ہے وہ انتخاب ہے، اس کے پڑھنے سے مولانا کی علمیت ستھرے شعری مذاق اور فن شاعری پر ماہرانہ عبور کا اندازہ ہو جاتا ہے :

۱ - علامہ شبلی نعمانی کے سن پیدائش کو برصغیر کی تاریخ میں سیاسی اور تاریخی حیثیت حاصل ہے اس حیثیت پر مختصر اً نوٹ لکھئے :-

______________________________

______________________________

______________________________

______________________________

______________________________

______________________________

۲ - مندرجہ ذیل جملوں کی خالی جگہ پر صحیح لفظ لکھئے :

ا - شبلی نعمانی کے استاد کا نام __________ تھا -

۱ - مولوی فاروق چریاکوٹی ۲ - سرسید احمد خاں ۳ - مولانا قاسم نانوتوی

ب - شبلی نعمانی کی __________ ان کا شاہکار رہے -

۱ - حیات جاوید ۲ - الفاروق ۳ - دربار اکبری

ج - شبلی نعمانی کا انتقال __________ کے سن میں ہوا -

۱ - دوسری عالمی جنگ ۲ - پہلی عالمی جنگ

د - شبلی نعمانی نے ۱۸۹۴ء میں اپنی ادبی اور تاریخی خدمات کے صلہ میں __________ حاصل کیا۔

۱ - نوبل پرائز ۲ - لینن پرائز ۳ - آدم جی پرائز ۴ - تمغۂ مجیدی

۳ - نورجہاں نے راہ گیر کو طمنچہ سے کیوں قتل کر دیا؟ __________

۴ - جہانگیر نے کیا انصاف کیا؟ __________

۵ - اسلامی قانون میں قاتل کے لئے سزائے موت کا حکم ہے، لیکن اگر مقتول کے ورثا چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کیا جاسکتا ہے - قصاص کے بدلے دوسرا کیا حکم ہے ؟

______________________________

______________________________

______________________________

۶۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے:

ہاں مجھے واقعۂ قتل سے انکار نہیں
مجھ سے ناموسِ حیا نے یہ کہا تھا کہ بزن

اس کی پیشانیِ نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ
جا کے بن جاتی تھی اوراقِ حکومت پہ شکن

اُٹھ کے دربار سے آہستہ چلا سوئے حرم
تھی جہاں نور جہاں معتکفِ بیتِ حزن

۷۔ اپنی نظم "صبحِ امید" میں شبلی نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور اس کے علاج کے کون سے طریقے بتلائے ہیں؟

۸ ۔ وقار الملک کا نام کیا تھا؟ ____________

۹ ۔ محسن الملک کا کیا نام تھا؟ ____________

۱۰ ۔ سرسید احمد خاں کے چار نامی گرامی ساتھیوں کے نام لکھیے:

____________

۱۱ ۔ مندرجہ ذیل اشعار میں اغلاط موجود ہیں انہیں صحیح کر کے لکھیے:۔

۱۔ ترتیب دیئے بہ کاوشِ و کد ____________
چالیس رسالہائے مفرد ____________

۲۔ ان کے قلم زہر افشاں نے ____________
آئینِ گزارشِ بیاں نے ____________

۳۔ جوہر جو زوال کے دکھائیں ____________
اس رزم میں ہم بھی بار پائیں ____________

۱۲ ۔ آپ پیچھے مسند اور مسند الیہ کی بابت پڑھ چکے ہیں اب ہم بلحاظ مسند جملہ کی اقسام کی بابت بتلائیں گے۔
بلحاظ مسند جملے کی دو قسمیں ہوتی ہیں:۔

۱ ۔ جملہ اسمیہ اور ۲۔ جملہ فعلیہ

جملہ اسمیہ: محمود شریف ہے، واحد ذہین تھا، لومڑی چالاک ہے، میں بیمار ہوں، وہ جاہل تھی۔
تم عالم ہو، کُتّے باؤلے تھے، انگور کھٹّے ہیں۔

مندرجہ بالا جملوں میں محمود، واحد، لومڑی میں، وہ، تم، کُتّے اور انگور کی نسبت کچھ بتلایا گیا اور یہ سب اسم ہیں۔ چنانچہ یہ سارے کے سارے مسند الیہ ہیں، اسی طرح شریف، ذہین، چالاک، بیمار، جاہل، عالم، باؤلے اور کھٹّے بھی اسم ہی ہیں جو محمود، واحد، لومڑی میں، وہ، تم، کتّے اور انگور کی نسبت کہے گئے ہیں، چنانچہ یہ سب مسند ہیں۔ ان جملوں میں ہے، تھا، ہوں، تھی، ہو، تھے اور ہیں نے ربط اور تعلق پیدا کر دیا ہے، اس لئے انہیں حرف ربط کہتے ہیں، اور چونکہ مندرجہ بالا جملوں میں مسند الیہ اور مسند دونوں ہی اسم ہیں۔ اس لئے انہیں جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ، اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے دونوں جزو اسم ہوں۔

جملہ فعلیہ، محمود بیٹھا، میں ہنستا ہوں، وہ روتا ہے، تم عادل ہو، واحد نے کھانا کھایا۔

ان جملوں میں فعل لازم یا فعل متعدی موجود ہیں۔ چنانچہ ایسے جملے جن میں مسند الیہ اسم اور مسند فعل ہو یا یوں کہیے کہ جس جملے میں فعل لازم یا فعل تام ہو اس جملہ کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔

۱۳۔ پانچ پانچ جملے، جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کے بنایئے۔

جملہ اسمیہ ________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

جملہ فعلیہ ________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

۱۴۔ مسند الیہ اور مسند پر نوٹس لکھ کر، مثالیں دے کر سمجھایئے:

مسند الیہ ________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

مسند ________________________________

________________________________

________________________________

________________________________

# مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

پیدائش ۱۸۴۴ء

وفات ۱۹۱۷ء

محمد اسمٰعیل نام تھا۔ یہ بے تخلص کے شاعر تھے۔ ۱۲ نومبر ۱۸۴۴ کو میرٹھ کے محلّہ مشائخان میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام شیخ پیر بخش تھا۔ مولانا نسبتاً حضرت محمد بن ابوبکر صدیقؓ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ مولانا قاضی حمید الدین خجندی بابر کے ہمراہ ۱۵۲۵ء میں ہندوستان آئے تھے۔ بابر کے زمانے میں فرغانہ کا دارالسلطنت خجند تھا۔ ابتدا میں یہ قصبہ سیکری ضلع مظفر نگر میں بس گئے تھے۔ بعد میں یہ خاندان اپنی جاگیر قصبہ لاوڑ (میرٹھ) میں جاکر آباد ہوگیا، اور ۱۴ جولائی ۱۸۳۸ء کو مولوی اسمٰعیل میرٹھی کے والد مستقل طور پر میرٹھ میں قیام پذیر ہوگئے۔

ابتدا میں فارسی تعلیم کی طرف رجوع ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن پاک کی تعلیم شروع کی، اور پہلے ۲ ماہ میں ناظرہ ختم کر لیا۔ ۱۴ سال کی عمر میں میرٹھ کے نارمل اسکول میں داخلہ لیا۔ اس وقت تک گلستاں۔ بوستاں، شاہنامہ اور دیگر ضروری کتب درسیہ فارسی ختم کر چکے تھے۔ نارمل اسکول میں داخلہ کا مطلب انگریزی تعلیم کا حاصل کرنا تھا۔ نارمل اسکول سے فارغ ہو کر رڑکی کالج میں اوورسیری کے لئے داخلہ لیا۔ علم ہندسہ میں انہیں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ کچھ عرصہ بعد گھر واپس چلے گئے اور سلسلہ تعلیم ترک ہوگیا۔ عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ قائم نہ رہ سکا اور جولائی ۱۸۶۰ء کو میرٹھ سرکل کے انسپکٹر مدارس کے محکمہ میں بطور کلرک ملازم ہوگئے۔ اس وقت مولانا کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ ان دنوں منشی نجم الدین صاحب بجنور سے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر میرٹھ آئے ہوئے تھے ان کا قیام بھی محلہ مشائخان میں ہوا۔ یہ بڑے ذی علم اور صاحب ذوق تھے بڑے بڑے ذی علم اور صاحب لیاقت حضرات یہاں پابندی سے آیا کرتے تھے۔ اسمٰعیل میرٹھی بھی یہیں اٹھنے بیٹھنے لگے اور یہیں سے انہیں ادبیات اور شعر و شاعری سے دلچسپی

پیدا ہوئی۔

میرٹھ میں سات سال رہ کر، ۱۸۶۷ء میں سہارنپور چلے گئے اور وہاں کے ضلع اسکول میں فارسی کے مدرس ہو گئے۔ یہاں دوبارہ پھر انسپکٹر مدارس کے دفتر میں تقرر ہو گیا۔ ان دنوں ڈائرکٹر تعلیمات مسٹر کیمپسن تھے ان کی خواہش پر انگریزی انسپکٹر مدارس مسٹر ٹی جے کین نے انگریزی کی اخلاقی نظموں کا انتخاب کیا ان کا ترجمہ قلق میرٹھی سے کرایا۔ مولانا نے ان انگریزی نظموں کے اردو ترجموں کو بہت غور سے دیکھا اور ان میں ان کا سادگی اور پُر کاری کا انداز بہت پسند آیا، انہیں شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا اور شاعری شروع کر دی۔

۱۸۷۱ء میں میرٹھ کے ضلع اسکول میں ہیڈ مولوی ہو گئے اور یہاں مسلسل ۱۸۸۸ء تک قیام رہا۔ ۱۸۸۸ء میں میرٹھ اور جھانسی کے نارمل اسکول توڑ دیئے گئے، اور ان کی جگہ ایک سنٹرل نارمل اسکول آگرہ میں قائم ہوا۔ دونوں ختم ہو جانے والے اسکولوں کا عملہ بھی اس نئے اسکول میں کھپا یا گیا۔ اس اسکول میں مولانا بارہ سال تک رہے، ۱۸۹۰ء میں منشی ذکاء اللہ نے پرائمری کلاسز کے لئے ریڈریں مرتب کیں، ان میں مولوی اسماعیل کی نظمیں بھی انتخاب فرمائی تھیں، ۱۸۸۷ یا ۱۸۸۸ء میں مولانا علیگڈھ کالج تشریف لے گئے تو ان کی ملاقات علامہ شبلی نعمانی سے ہوئی۔

۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۹ء تک آگرہ ہی میں قیام رہا۔ پھر یہاں سے پنشن لے کر میرٹھ چلے گئے اور وہیں یکم نومبر ۱۹۱۷ء (۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ) کو انتقال فرمایا۔

مولانا نے اردو ادب کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابلِ فراموش ہیں انہوں نے اقسام نظم کے اعتبار سے جو کچھ کہا مندرجہ ذیل ہے۔

رباعیات ۸۱۔ غزل ۸۸۔ قصیدے ۱۹ (مکمل اور نامکمل) قطعات ۶۱۔ مثنویات ۷۱۔ مثلث ۲۔ مربع ۲۔ مخمس ۵، مثمن ۱۱۔ ترجیع بند ۲۔ نظم بے قافیہ ۲، اور ابیات ۱۶۔

ان کے علاوہ انہوں نے اردو کی ریڈریں بھی مرتب کی تھیں۔

جنہوں نے برصغیر میں اپنی افادیت کے اعتبار سے ایک خاص شہرت اور مقبولیت حاصل کی ،

اسمٰعیل میرٹھی نے حالؔی ۔ آزاد اور شبلؔی وغیرہ کی جدید شاعری کی تحریک میں مل جل کر حصہ نہیں لیا لیکن ان کے کام سے متاثر ہو کر اس تحریک کو آگے ضرور بڑھایا ۔ انہوں نے ملّی نظمیں بھی لکھیں لیکن انہیں بچّوں کے شاعر کی حیثیت سے جو مقام اور شہرت اردؤ ادب میں حاصل ہوئی ہے اس میں ان کا دوسرا کوئی شریک اور مقابل نہیں ہے ۔ بچوں کی نفسیات پر جتنا مولوی اسمٰعیل کو عبور اور درک حاصل تھا ، اس میں انہیں انفرادی اور امتیازی مقام حاصل ہے ۔

الفاظ سیدھے سادے عام فہم ۔ گہرا مشاہدہ ۔ خوب صورت طریقہ ادائیگی ، لفظوں کا مناسب ترین انتخاب اور ان کا معقول ترین استعمال ، عام فہم تشبیہیں اور ان کا عدیم المثال خلوص ، یہ ساری چیزیں ان کے کلام اور کام کی جان ہیں ۔ انہیں شہرت اور ناموری کی ذرا بھی پروا نہ تھی ، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اردؤ ادب کے صف اول کے شعرا کی صف میں اپنی جگہ بنالی ہے ۔ ان کے بارے میں شبلی کا قول ہے :-

" حالؔی کے بعد اگر کسی نے سننے کے لائق کچھ کہا ہے تو وہ مولوی اسمٰعیل میرٹھی ہیں "

---

۱۔ اسمٰعیل میرٹھی کے دل میں اردو شاعری کا شوق کیوں کر پیدا ہوا؟

___

___

___

۲۔ اسمٰعیل میرٹھی کے ہمعصر چند ایسے شعراء کے نام لکھیے جن سے انہوں نے اثر قبول کیا ہو، اور ان کی تحریکات کے زیر اثر اپنی شاعری کی بنیاد رکھی ہو؟

___

___

___

۳۔ مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم لکھیے۔ خط کشیدہ ٹکڑے کے دو معنی ہیں، ان دونوں معنی کی وضاحت کیجیے:

یہ مل کر دو ہواؤں سے بنا ہے ÷ گرہ کھل جائے تو فوراً ہوا ہے۔

___

___

___

___

___

___

۴۔ مندرجہ ذیل کیا ہیں؟ ایک ایک سطر کا نوٹ لکھیے:

کھاڑی ___

گنگا ___

جمنا ___

ہمالہ ___

فارس ___

بندھیاچل ___

ٹاپو ____________

۵ - پانی کی ان خصوصیات کو لکھئے، جو اس نظم کے اشعار میں بیان ہوئی ہیں اور ذیل میں ان کے اشارے دیئے جا رہے ہیں :

تواضع ____________

سر پہ اٹھانا ____________

ہر اک سانچے میں ڈھل جانا ____________

سرکشی سے پرہیز ____________

کسی طرح نابود نہ ہونا ____________

۶ - خدا کی صنعت کے چند عظیم شاہکار لکھئے :

____________

____________

____________

____________

____________

۷ - جاڑا۔ گرمی۔ بہار اور برسات میں خدا کی کیا صنعت پائی جاتی ہے ؟

____________

____________

____________

____________

____________

____________

____________

____________

____________

۸۔ 'بادِ مراد' کا کیا مطلب ہے ؟

________________________________

________________________________

۹۔ مندرجہ ذیل اشعار کی خالی جگہ صحیح لفظ لکھ کر پُر کیجیے :۔

۱۔ چمن ہے ابر ہے، ٹھنڈی ______ ہے
ہجومِ طائرانِ خوش ______ ہے

۲۔ گلوں کی ڈالیاں جھک ______ گئی ہیں
زمیں پر سبزہ کیسا ______ ہے

۳۔ یہ ______ کرتے ہیں تو نے بے تامّل
کیا اک دم نہ دن میں ______ کو گُل

۴۔ جاڑا ______ بہار ، برسات
ہر رُت میں نیا ______ نئی بات

۱۰۔ جملہ اسمیہ کے مسند الیہ کو مبتدا اور اس کے مسند کو خبر کہتے ہیں جیسے :
حامد بیمار ہے ۔ محمود چالاک ہے ۔ عدنان شریر ہے ۔
ان میں حامد ۔ محمود اور عدنان مسند الیہ اور مبتدا ہیں اور بیمار ۔ چالاک اور شریر ان لوگوں کے بارے میں خبر ہے ۔ اس لئے یہ مسند بھی ہیں اور خبر بھی ۔ ہے اور تھا حرف ربط ہے ۔ مبتدا ہمیشہ معرفہ یا نکرہ مخصوصہ یا اسم ذات ہوتا ہے اور خبر نکرہ یا اسم صفت ہوتی ہے ۔ لیکن کبھی خبر مبتدا سے پہلے آجاتی ہے ، جیسے بڑے شریر ہو تم ۔ بہت فرماں بردار ہے عدنان ۔ ان میں تم اور عدنان بعد میں آئے ہیں لیکن یہ مبتدا ہے ۔ اسی طرح شریر اور فرماں بردار خبر ہیں لیکن پہلے آ گئے ہیں ۔ ایسا اشعار میں ہوتا ہے یا پھر ایسی جگہ جہاں افسانوی انداز میں مکالمے ادا کئے گئے ہوں ۔

۱۱۔ مندرجہ ذیل جملوں میں سے مبتدا ، خبر اور حرف ربط الگ الگ تحریر کیجیے :

| جملے | مبتدا | خبر | حرف ربط |
|---|---|---|---|
| روپیہ کھوٹا ہے ۔ سکہ جعلی ہے ۔ عدنان انسان ہے انسان انسان ہے ۔ ہوا سرد ہے ۔ کون رکھوالا تھا اُس دن آپ کا ؟ شریف پاگل ہے | | | |

| | مبتدا | خبر | حرف ربط |
| --- | --- | --- | --- |
| واجد نادان ہے۔ | | | |
| بڑے حضرت ہیں آپ ؟ | | | |
| یہ دیوانے انسان ہیں۔ | | | |

# بے نظیر شاہ

پیدائش : ۱۸۶۳ء
وفات : نامعلوم

سید محمد نام اور بے نظیر تخلص تھا۔ ۱۸۶۳ء میں کڑا مانک پور ضلع الہ آباد (یو پی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام مولانا شاہ احسان علی قادری تھا۔ یہ مبلغ دین تھے۔ یہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے خلیفہ تھے۔ باپ کا اثر بے نظیر پر بھی پڑا۔ انہوں نے عربی اور فارسی، قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ کے درس گھر ہی میں لئے۔ تصوف ورثہ میں ملا تھا۔ علم و ادب کی تکمیل کے بعد خلق اللہ کی ہدایت میں منہمک ہو گئے۔ حیدر آباد دکن جا کر بس گئے، یہاں انکے مریدوں اور معتقدین کا ایک خاص حلقہ بن گیا اور آگے چل کر اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا ابھی اس میں اضافہ ہو رہا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

غزل میں وجیہ اللہ الہ آبادی اور مثنوی میں امیر مینائی سے مشورہ لیتے تھے۔ کلام نہایت زوردار ہے۔ یہ فطری شاعر تھے، غزل اور جدید نظم دونوں ہی میں استادانہ مہارت رکھتے تھے۔ ان کا بیشتر کلام کسی سفر کے دوران ضائع ہو گیا۔

بے نظیر شاہ کا اسلوب سادہ، زبان شستہ و سلیس اور افکار کیفیات وجدانی سے مملو ہیں۔ بے نظیر شاہ جتنے بڑے شاعر تھے، اردو کے تذکرہ نگاروں نے ان کے مرتبہ کے اعتبار سے ان کے ساتھ انصاف نہیں برتا لیکن پروفیسر عبدالقادر سروری اور الیاس برنی نے انہیں اردو داں طبقہ میں ضرور متعارف اور مشہور کرایا۔ بے نظیر شاہ کو اپنی مثنوی "کتاب مبین" کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی اسے انہوں نے ۱۸۹۰ء میں مکمل کیا تھا۔ یہ کتاب مبین اور جواہر بے نظیر کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہوئی یہ مریدوں کی اصلاح کی غرض سے لکھی گئی تھی۔ اس میں جہاں شاہ صاحب نے منظر کشی کی ہے قلم توڑ دیا ہے۔ اس مثنوی میں بے شمار ایسے مواقع آئے ہیں جہاں مناظر قدرت بیان ہوئے ہیں، انہیں پڑھ کر یہ رائے قائم کرنا پڑے گی کہ مثنوی سحر البیان کے بعد اس سے بہتر منظر کشی اردو میں کہیں اور نہیں ہوئی ہے۔ مثنوی سحر البیان اور بے نظیر شاہ کی مثنوی کتاب مبین اور جواہر بے نظیر میں دوسری باہمی مماثلتوں اور مطابقتوں کے علاوہ بحر تک ایک ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے بے نظیر شاہ نے مثنوی سحر البیان کا ذہنی طور پر بہت اثر قبول کیا تھا۔ بہر حال بے نظیر

شاہ کا کلام فنی اور معنوی حیثیت سے ایسی خصوصیات کا حامل ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں انہیں مولانا حالی اور محمد حسین آزاد کی تحریک جدید شاعری کا ایک خاموش اور لائق فنکار تسلیم کرنا پڑے گا۔

---

۱۔ مندرجہ ذیل اشعار میں مصرعے بے ترتیب دیئے گئے ہیں آپ انہیں ترتیب سے لکھئے :۔

| | |
|---|---|
| ہوا زور سے چلتی ہے سرد و سرد | زمیں ہو رہی ہے جو اہر نگار |
| جو سیند و ریا ان میں ہیں بے شمار | تو ہلتے ہیں کیا آم وہ سرخ و زرد |
| پڑے ہیں وہ ٹپکے ہوئے بے شمار | ہیں لعل بدخشاں بھی ان پر نثار |
| ستاروں کا یہ عکس تالاب میں | جہاں نیند کی دل میں ٹھانے ہوئے |
| تناسب سے قدرت نے چھوٹے بڑے | کہ لہراتی ہیں بجلیاں آب میں |
| شب تار کی شال تانے ہوئے | زبرجد کے گنبد میں ہیرے جڑے |

۲۔ مندرجہ ذیل اشعار میں محاورے استعمال کئے گئے ہیں انہیں الگ کیجئے، ان کے معنی لکھیے اور انہیں جملوں میں استعمال کیجئے :

یہ مستی دکھائی ہے ہر پھول نے      کہ آنکھوں میں سرسوں لگی پھولنے

نظر طرفہ تر رنگ لانے لگی! ہتھیلی پہ سرسوں جمانے لگی
وہ بوٹوں میں کلے لگے پھوٹنے عنادل کے چھکّے لگے چھوٹنے
وہ گدرائے پھل رنگ لانے لگے انار اپنا جوبن دکھانے لگے

۳۔ بے نظیر شاہ کے کلام کی خصوصیات لکھئے اور بتلایئے کہ اردو کا وہ کون سا شاعر ہے جس کے کلام کا رنگ اور اثر ان کی شاعری میں پایا جاتا ہے۔

۴۔ اردو کے چند شعراء کے نام لکھئے جنہوں نے حالی اور آزاد کی جدید شاعری کی تحریک کو ترجموں کے ذریعہ آگے بڑھایا ہو؟

۵۔ اردو میں جدید شاعری کا بانی کون ہے؟

۶۔ حالی کا پورا نام اور ان کی مشہور ترین نظم اور نثر کی ایک ایک کتاب کا نام لکھئے:

۷۔ مندرجہ ذیل شعراء کے استادوں کے نام لکھئے:۔

میر انیس ______ سرور جہان آبادی ______

حالی ______ ڈاکٹر اقبال ______

۸۔ جملۂ فعلیہ کے اجزا: فعل، فاعل اور مفعول

۱۔ فعل : جملہ کا اہم جزو فعل ہوتا ہے۔ کسی بھی جملہ میں پہلے اس کے فعل پر غور کرنا چاہئے۔ اس کو جانے بغیر جملہ کی ترکیب نحوی مشکل ہے۔

۲۔ فاعل : فعل کے ساتھ جب کون، یا، کیا، لگا کر جواب حاصل کیا جائے تو یہ جواب فاعل ہوگا، جیسے

عدنان دوڑا۔ بے بی ہنسی۔ عرفان آیا۔ پنسل گری۔ روپیہ ملا۔ کون دوڑا؟ عدنان، کون ہنسا؟ بے بی، کون آیا؟ عرفان۔ کیا گری؟ پنسل۔ کیا ملا؟ روپیہ۔ ان میں دوڑا، ہنسی، آیا، گری، ملا، فعل اور عدنان بے بی، عرفان، پنسل اور روپیہ فاعل ہیں۔

۳۔ مفعول : فعل اور فاعل کو پہچان لینے کے بعد فعل کے ساتھ کیا یا کس کو لگا کر سوال کیجئے مفرد یا مرکب جو بھی جواب حاصل ہوگا وہ مفعول ہوگا، جیسے

ا۔ عدنان نے کھانا کھایا۔ کھایا، فعل ہے،

کس نے کھایا؟ — عدنان نے — 'عدنان' فاعل ہے۔
کیا کھایا؟ — کھانا — 'کھانا' مفعول ہے۔

ب۔ : عرفان رشید کو مارتا ہے۔ 'مارتا ہے' فعل ہے۔
کون مارتا ہے؟ — عرفان — 'عرفان' فاعل ہے۔
کس کو مارتا ہے؟ — رشید کو۔ 'رشید' مفعول ہے۔

ج۔ رشیدہ نے مجھے کتاب دی — 'دی' فعل ہے۔
کس نے دی؟ — رشیدہ نے۔ 'رشیدہ' فاعل ہے۔
کیا دی؟ — کتاب۔ 'کتاب' مفعول ہے۔
کس کو دی؟ — مجھے۔ 'مجھے' مفعول ہے۔

قابلِ ذہن نشین : 'متعدی فعل' کبھی ایک ہی مفعول چاہتے ہیں اور کبھی دو۔ اگر کسی متعدی فعل کا ایک ہی مفعول ہو تو اس کو 'کیا' یا 'کس کو' کا سوال قائم کر کے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر دو مفعول ہوں تو ان میں سے بے جان مفعول کو 'کیا' کے سوال کے ذریعہ اور دوسرے جاندار مفعول کو 'کس کو' کے سوال سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

خبر : بعض متعدی افعال، فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر بھی پورا جملہ نہیں بناتے، کیونکہ ان کے ساتھ فعل ناقص کی طرح ایک خبر بھی وابستہ ہوتی ہے اور اس کے بغیر بات ناقابلِ فہم رہتی ہے۔ جیسے،

مسلمانوں نے قائداعظم کو لیڈر تسلیم کر لیا،
عرب چھاپہ ماروں نے اسرائیل کو پریشان کر رکھا ہے۔
ہڑتالوں نے قوم کو متفکر کر دیا۔

ان میں فعل : تسلیم کر لیا، کر رکھا ہے، اور کر دیا۔
فاعل : مسلمانوں، عرب چھاپہ ماروں اور ہڑتالوں
مفعول : قائداعظم، اسرائیل اور قوم
خبر : لیڈر۔ پریشان اور متفکر

۹۔ پانچ پانچ ایسے جملے بنائیے جن میں فعل اور فاعل۔ فعل، فاعل اور مفعول۔ فعل فاعل اور دو مفعول

اور فعل، فاعل، مفعول اور خبر موجود ہوں۔

جملے متعلقہ فعل اور فاعل:

جملے متعلقہ فعل، فاعل اور مفعول

جملے متعلقہ فعل، فاعل اور دو مفعول

جملے متعلقہ فعل، فاعل، مفعول اور خبر

# نادِر کاکوروی

پیدائش ۱۸۶۷ء

وفات ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۱۲ء

پورا نام شیخ نادر علی عباسی اور تخلص نآدر تھا، کاکوری (ضلع لکھنؤ) کے مشہور عباسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ باپ کا نام شیخ حامد علی عباسی تھا۔ نادر کے حالات تفصیل سے نہیں ملتے عباسی خاندان کا ایک تذکرہ "عباسیانِ کاکوری" چھپ چکا ہے لیکن اس میں بھی نادر کے حالات بالتفصیل نہیں ہیں۔ ان کے کلام کے مطالعہ کے بعد یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ انہیں اردو اور فارسی پر عبور تھا اور انگریزی ادب کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔

نیچرل شاعری میں نادر ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ نادر نے انگریزی شاعری سے متاثر ہو کر اس سے مماثل اردو میں نئی طرز کی شاعری شروع کی۔ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ اپنی کیفیات اور احساسات کا اظہار کرتے تھے۔ انہیں انگریزی شعراء میں ٹینی سن، بائرن اور طامس مور بہت پسند تھے۔ اور مور تو انہیں خاص طور پر بہت پسند تھا۔ انہوں نے انگریزی نظموں کو اردو میں اتنی عمدگی، مہارت اور قابلیت سے نظم کیا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں اصل معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات اعلیٰ اور محسوسات اور جذبات لطیف تھے۔ انہیں غزل کے عامیانہ رنگ اور اس کے قدیم طرز سے نفرت تھی۔ انہیں قدرت نے ایک خاص مذاق عطا فرمایا تھا، ان کی سادہ اور شگفتہ زبان نے ان کے دلکش افکار کے موہ لینے والے انداز کے ساتھ مل کر بہت ہی پُر اثر اور وجد آفریں بنا دیا ہے زبان متمدن اور منجھی ہوئی استعمال کی ہے۔

مولانا عبدالحلیم شرر، نآدر کاکوروی کے بارے میں کہتے ہیں:-

> "حضرت نآدر نے شعرائے اردو کی ایک نئے میدان میں رہبری کی ہے اور ایک بہت وسیع حد تک کامیاب ہوئے ہیں لہذا قدردانانِ ادب اردو کو ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے"

مرزا محمد ہادی رسوا کی رائے ہے:-

مصنف (نادر) کا مذاق فطرتاً تخیل اساذج کی طرف جاتا ہے، یہ

بات ہمارے ملکی شعراء میں کمتر اور شعرائے یورپ میں بیشتر ہے "

تخیل سا ذج ، کسی چیز کے حسن یا لطافت کے اس وجدانی تصور کو کہتے ہیں جس میں تشبیہہ یا استعارے کو کوئی دخل نہ ہو ، جیسے

ہائے کیا پیاری رنگت ہے

یا

اک ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی

انگریزی میں اس کو PURE OR SIMPLE IMAGINATION . کہتے ہیں۔

صفیر بلگرامی کی رائے ہے ،

" سادہ گوئی کے ساتھ فکر بلند پروانہ کے نمونے آپ کے کلام میں اکثر نظر آتے ہیں ــــ نادر کے ریاض سخن کی خوشبوئیں دور دور پھیلتی رہیں گی اور دیر تک صاحبانِ ذوق کے مشام جاں کو تازہ رکھیں گی "

جناب عزیز مرزا صاحب 'جذباتِ نادر' کی تقریظ میں ان کے ترجموں کی بابت کہتے ہیں :۔

" ان کا طرزِ بیان اس قدر نیچرل اور ان کے الفاظ ایسے خوشنما واقع ہوئے ہیں کہ ترجمے کی بجائے نظم اصل معلوم ہوتی ہے "

رام بابو سکسینہ مصنف تاریخ ادب اردو لکھتے ہیں :۔

" درد و اثر ، اعلیٰ تخیل اور حب وطن ان کے کلام کے مخصوصات سے ہیں یہ انگریزی شعراء بائرن اور ٹامس مور کے دلدادہ تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں کا رنگ نہایت سلیس اور عمدہ طریقے سے اردو میں داخل ہو جائے "

ادبی دنیا کو ان کی ذات سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں ۔ نادر صرف ۴۵ سال زندہ رہے اور ۱۹۱۲ء میں گلے کے خناق کے مرض میں مبتلا ہو کر چل بسے ۔

ان کا کلام 'جذباتِ نادر' کے نام سے دو حصوں میں شائع ہو چکا ہے ۔ پہلی مرتبہ نولکشور پریس لکھنؤ نے شائع کیا تھا ۔ کراچی ــــــــ میں ترقی اردو بورڈ نے ۱۹۶۱ء میں ان دونوں حصوں کو ایک جگہ چھاپ دیا ہے ۔ "شمع و پروانہ" ، "شعاع امید" ، "پیکر بے زبان" اور "فلسفۂ شعر" ان کی مشہور نظمیں ہیں ۔ طامس مور کی مثنوی لالہ رخ کو بھی اردو میں نظم کیا ہے ۔

۱۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے اور بتلائیے کہ شاعر نے اس میں راہ فرار کیوں اختیار کی ہے؟

باز آیا علم وفن کی ایسی روشنی سے | گزرا میں ایسے جینے اور ایسی جان کنی سے

اے لذتوں کے پھندو، تم میری جان چھوڑو | اے حوصلو! مجھے تم کوئی تو آن چھوڑو

۲۔ رات کے بے چین گھنٹے، میں شاعر کا بنیادی خیال کیا ہے؟ تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کیجیے:

۳۔ "رات کے بے چین گھنٹے" میں اکیسویں شعر سے شاعر نے جو کارنامے یا روداد بیان کی ہے، وہ کس کی روداد یا کس کی سرگزشت ہے وضاحت کیجیے:

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

| | |
|---|---|
| عروسِ دُنیا ________ | الفتِ دیرینہ ________ |
| خاک داں ________ | دیرینہ علائق ________ |
| جنّت الماویٰ ________ | زادِ راہ ________ |
| تاریکیٔ محن ________ | لقّاظیاں ________ |

۵۔ نادر کاکوروی نے اردو پر کیا احسان کیا ہے اور ہمیں ان کی کس بات کا شکر گزار ہونا چاہیے؟

۶۔ نادر کاکوروی نے کس مشہور مثنوی کو اردو میں منتقل کیا ہے؟

۷ ۔ نادر کے ہم عصر اُس ہندو شاعر کا نام لکھئے جس نے اپنی شاعری میں علاقائی مناظر اور ہندی کے اچھے اچھے الفاظ استعمال کئے ہیں ؟

۸ ۔ مندرجہ ذیل مصنفین کی فنی خصوصیات اور ان کے پسندیدہ موضوعات پر تین تین سطریں لکھئے :۔

خواجہ حسن نظامی

مرزا عظیم بیگ چغتائی

منشی پریم چند

راشد الخیری

۹ ۔ محمد حسین آزاد شاعری میں کس کے شاگرد تھے اور ان کی اس مشہور نثری تصنیف کا نام لکھئے جس میں شعرائے اردو کا تذکرہ بڑے دلچسپ پیرائے میں کیا گیا ہے ۔

۱۰۔ "نصوح کا خواب" کے مصنف اور کتاب کا نام لکھئے :

۱۱۔ "سومناتھ کا افسانہ" کس تاریخی شخصیت پر لکھا گیا ہے اس کے مصنف اور اس کتاب کا نام لکھئے، جس میں سے یہ سبق لیا گیا ہے۔

۱۲۔ مندرجہ ذیل اسم، مصنفین اور شعراء کے ناموں کا پہلا جزو ہیں انہیں آپ مکمل کر دیجئے :

مصنفین : منشی ________ خواجہ ________

ڈپٹی ________ مرزا ________

میر ________ سلطان ________

شعراء : خواجہ ________ میر ________

میر ________ ڈاکٹر سر ________

۱۳۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کے علاوہ ایک قسم جملہ انشائیہ بھی ہے اس کی اقسام کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل جملوں کو غور سے دیکھئے :

۱۔ اٹھو، بیٹھو، کھڑے ہو جاؤ، اِدھر آؤ، اسکول جاؤ۔

اِن جملوں سے کسی کام کے کرنے کا حکم پایا جاتا ہے، اس کو اَمر کہتے ہیں۔

۲۔ گالی مت بکو، بازار نہ جاؤ، اُس سے مت ملو۔

ان جملوں میں کسی کام سے منع کیا گیا ہے، اس کو نہی کہتے ہیں۔

۳۔ آپ کا کیا نام ہے؟ وہ کون ہے؟ تم کیا کر رہے ہو؟

ان جملوں میں کسی نہ کسی چیز کی بابت دریافت کیا گیا ہے، اسے استفہام کہتے ہیں۔

۴۔ اگر تم آ گئے تو میں چلا چلوں گا ، عدنان محنت کرے گا تو پاس ہو جائے گا ،
ان جملوں میں کسی کام کے ہونے کا انحصار کسی دوسرے کام کے ہونے پر ہے اسے شرط کہتے ہیں ۔

۵۔ اے عرفان صاحب اِدھر آیئے ، او لڑکے کتاب پڑھ ، اے بھائی یہ کام کر دو ۔
ان جملوں میں کسی کو پکار کر مخاطب کیا جا رہا ہے ، اسے ندا کہتے ہیں ۔

۶۔ ہائے ہائے کیسی جوان موت ہوئی ہے ، آہ یہ تمہارا حال کیا ہو گیا ہے ۔
ان دونوں جملوں میں کسی کی بابت رنج اور افسوس کا اظہار کیا گیا ہے اسے نُدبہ کہتے ہیں ۔

۷۔ واہ وا کیا مزے کا کھانا ہے ۔ سبحان اللہ کتنے خوشنما پھول ہیں ! ارے یہ کیا ہو گیا ۔
ان جملوں میں اچنبھا یا تعریف کا پہلو موجود ہے ، اسے تحسین یا تعجب کہتے ہیں ۔

۸۔ کاش میں وکیل ہوتا ۔ اس جملہ میں آرزو پائی جاتی ہے ، اسے تمنّا کہتے ہیں ۔

۹۔ محنت کرو تاکہ تم پاس ہو جاؤ ۔ میں لاہور گیا تاکہ ریاض سے ملاقات ہو جائے ۔
ان دونوں جملوں میں کسی کام کی غرض پائی جاتی ہے ، اس کو غرض کہتے ہیں ۔

چنانچہ جن جملوں میں امر ۔ نہی ، استفہام ۔ شرط ۔ ندا ۔ نُدبہ ۔ تحسین و تعجب ۔
تمنا اور غرض موجود ہوں وہ سب انشائیہ جملے ہوتے ہیں ۔

۱۴۔ تین تین جملے بنایئے جن میں امر ۔ نہی ۔ استفہام ۔ شرط ۔ ندا ۔ نُدبہ ۔ تحسین و تعجب ۔ تمنا اور غرض موجود ہوں ۔

امر ________________________________

________________________________

________________________________

نہی ________________________________

________________________________

________________________________

استفہام ________________________________

________________________________

شرط

ندا

ندبہ

تحسین و تعجب

تمنا

غرض

# شوقؔ قدوائی

پیدائش ۱۸۵۳ء

وفات ۱۹۲۸ء

پورا نام احمد علی اور شوقؔ تخلص تھا، قدوائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ قصبہ جگور (لکھنؤ) میں پیدا ہوئے، ان کے باپ کا نام شیخ کاظم علی قدوائی تھا، یہ بھی شاعر تھے اور رقیبؔ تخلص کرتے تھے۔ ان کا انتقال شوقؔ کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں آبائی جائداد برباد ہو گئی اور شوقؔ کا بچپن بڑی پریشانی میں گزرا۔ چند ہمدردوں کی مدد سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور بدایوں چلے گئے۔ وہاں کسی عزیز کی سرپرستی میں سرکاری اسکول میں داخل لیا اور انگریزی پڑھنے لگے۔ ابھی تعلیم کی تکمیل بھی نہ ہوئی تھی کہ رام پور چلے گئے۔ یہاں تعلیم کی تکمیل کی اور فیض آباد میں تحصیلدار کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ لیکن کچھ ہی مدت بعد تحصیلداری کو ادبی زندگی میں حارج محسوس کرتے ہوئے اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور لکھنؤ چلے آئے یہاں سے "آزاد" اخبار جاری کیا لیکن اسے کامیابی سے چلا نہیں سکے۔ مجبوراً پرتاپ گڈھ چلے گئے، اور کسی ملازمت سے وابستہ ہو گئے۔ یہاں سے بھوپال پہنچے اور وہاں مختلف عہدوں پر فائز رہے آخر عمر میں پھر رام پور چلے گئے اور وہاں کے سرکاری کتب خانہ میں "حامد اللغات" کی تدوین میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران ان کی ضعیف العمری اور علالت نے انہیں پریشان کرنا شروع کر دیا اور وہ پنشن لے کر بارہ بنکی چلے گئے۔ بارہ بنکی قدوائی خاندان کا آبائی وطن ہے۔ یہاں سے قریب ہی گونڈہ شہر ہے۔ شوقؔ کا انتقال گونڈہ ہی میں ہوا۔

شوقؔ کا بچپن کا زمانہ ناسخ، امانت، میر انیس اور میرزا دبیر جیسی متضاد خصوصیات شعری کا حامل تھا۔ اسی دور میں مظفر علی خاں اسیرؔ لکھنوی (شاگرد مصحفی) اپنے استاد کی پیروی میں شاعری کر رہے تھے، یہ اسیرؔ وہی ہیں جن کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے ؎

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

شوقؔ کو بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ اسیرؔ لکھنوی کی شاگردی اختیار کی۔ لکھنوی انداز

تغزل سے انہیں نفرت ہوگئی تھی۔ گوکہ ابتدا میں انہوں نے بھی وہی پرانا مروجہ اسلوب اختیار کیا تھا لیکن بعد میں وہ قومی اور اخلاقی شاعری کی طرف متوجہ ہوگئے۔ جذبات کی عکاسی میں انہیں کمال حاصل تھا، منظر کشی میں انہیں پورا پورا عبور تھا۔ انہیں مناظر قدرت اور مناظر فطرت کے بیان کی بے مثل صلاحیت ملی تھی۔ ان کا مشاہدہ گہرا تھا اور اس میں ایک قسم کی رنگا رنگی پائی جاتی ہے۔ ان کی نظموں میں مقامی رنگ کی فراوانی اور تخیل کی بے پناہ وسعت پائی جاتی ہے، اس پر شوق کا سادہ اور شیریں انداز بیان ان کے موضوع کے حسن میں چار چاند لگا دیتا ہے۔

شوق کی شہرت کا دارومدار ان کی مثنویات پر ہے، اور خاص طور پر ان کی مثنوی عالم خیال نے تو وہ شہرت حاصل کی ہے کہ اس کے بارے میں اردو کے بعض ناقدوں کی یہ رائے ہے کہ اردو تو اردو کسی دوسری زبان میں بھی اس نوع کی پُر اثر نظم نہیں ملے گی۔ اس نظم کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کہیں بھی اضافت نہیں ملتی۔

شوق نے سرسید اور ان کے رفقاء کی تحریکات کا بھی اثر قبول کیا تھا۔ انہوں نے اپنے مسدس لیل و نہار میں اس کا صاف صاف اظہار کیا ہے۔ کہ ہماری صدیوں سے مروجہ ایشیائی شاعری کے موضوعات انسان اور انسانیت کے حق میں ایک روگ ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک شعر ہے کہتے ہیں:۔

عقل سے جو ہٹ کے کوسوں جا پڑا، شاعر بنا
جو بڑا جھوٹا بنا، گویا بڑا شاعر بنا

ترانۂ شوق ان کی پہلی مثنوی ہے۔ میکفرسن ویوسی اور قاسم و زہرہ نظم و نثر میں لکھے ہوئے ناٹک ہیں۔ "عالم خیال" ان کی مشہور ترین مثنوی ہے۔ ان کے علاوہ فیضانِ شوق کے نام سے ان کا دیوان بھی چھپ چکا ہے۔

۱۔ کلی کیوں بے چین تھی؟

۲۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے :۔

بنے گی ہاتھ میرے پیرہن کو کھولے گی — کلید ہو کے یہ قفلِ دہن کو کھولے گی
جو میں ہنسوں گی تو گلچیں مجھے نہ چھوڑے گا — وہ سلسلہ مری حبِ وطن کا توڑے گا
شجر کی شاخ نہ مجھکو نصیب پھر ہوگی — شعاعِ مہر نہ میرے قریب پھر ہوگی

۳۔ شوق قدوائی کی چند مثنویات کے نام لکھیے :

۴۔ پھول کی فریاد کو نثر میں لکھیے۔

۵ - اشعار کی خالی جگہوں کو پُر کیجئے :-

کہاں یہ رات کو ____ کی چھاؤں میں ہنا ـ جگر چھید لیگا بنوں گی میں ____ یا گھٹا
جفائیں ____ کو شاید جہاں میں آئی ہیں ـ ہوئی یہ چوک کہ حسن اور جان لائی میں
یہ بھی فانی تو بھی ____ سب ہیں فانی دہر میں ـ اک قیامت ہے مگر ____ جوانی دہر میں
____ کیا کہتے ہیں تو سن لے سمجھ لے مان لے ـ ____ کسی کا توڑنا اچھا نہیں تو جان لے

۶ - مندرجہ ذیل اشعار میں محاورے موجود ہیں، انہیں چھانٹ کر الگ کیجئے، ان کے معنی لکھئے اور انہیں جملوں میں استعمال کیجئے :

گلے پڑوں گی میں جس کے وہ مل کے چھوڑ یگا ـ مرے لباس کی رنگت بدل کے چھوڑے گا
پتیاں اڑتی پھریں گی منتشر ہو جائیں گی ! ـ رفتہ رفتہ خاک میں مل جائینگی کھو جائیں گی
جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی ـ حیف ہے بچّے سے ماں کی گود خالی ہو گئی
دیدۂ حیراں ہے کیاری باغباں کے دل پہ داغ ـ شاخ روتی ہے کہ ہے ہے گُل ہوا میرا چراغ
شوق کیا کہتے ہیں تو سن لے سمجھ لے مان لے ـ دل کسی کا توڑنا اچھا نہیں، تو جان لے